نماز کے
مُبطلات و مُفسدات
اور
مکروہات و مُباحات

تالیف و تخریج
الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ
ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

ترتیب و تدوین
آنسہ شکیلہ قمر صاحبہ



نشر و توزیع مکتبہ کتاب و سُنّت، ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ (سیالکوٹ)

نماز کے مُبطِلات ومُفسِدات
اور
مکروہات ومباحات

(نماز توڑنے ،اس کا ثواب کم کرنے والے اوراس میں جائز امور)

تألیف وپیشکش

الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر

بی۔اے، گولڈ میڈلسٹ

ایم۔اے، عربی واسلامیات

وفاق المدارس والجامعات

ترتیب وتدوین

آنسہ شکیلہ قمر صاحبہ

مکتبہ کتاب وسنت

ریحان چیمہ، تحصیل ڈسکہ ،سیالکوٹ(پاکستان)

نام کتاب :مبطلات ومفسدات اور مکروہات ومباحات نماز

تالیف وپیشکش : الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترتیب وتدوین : شکیلہ قمر صاحبہ

اہتمام : غلام مصطفیٰ فاروق (خطیب ڈسکہ)

طبع اول :دسمبر 2002ء

پاکستان میں ملنے کے پتے

- مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور
- مدینہ کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ
- والی کتاب گھر، اردو بازار گوجرانوالہ
- احمد بک کارپوریشن، راولپنڈی
- مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد
- مکتبہ علمیہ، کراچی
- جامعہ شمس الہدیٰ، ڈسکہ

سٹاکسٹ

المکتبہ السّلفیہ

شیش محل روڈ لاہور فون نمبر: 7237184

ہندوستان میں ملنے کے پتے

- توحید پبلی کیشنز۔ ایس۔آر۔کے
گارڈن بنگلور فون نمبر: 6650618
- چارمینار بک سٹور
چارمینار روڈ شیواجینگر بنگلور نمبر 1

رابطہ: غلام مصطفیٰ فاروق مدیر

مکتبہ کتاب وسنت، ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ، سیالکوٹ (پاکستان)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْکَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

أَمَّا بَعْدُ:

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

اسلام کے پانچ ارکان معروف ہیں، جن میں سے اقرارِ توحید ورسالت (رکنِ اول) کے بعد سب سے اہم ترین رکن نماز ہے اور یہی وہ عظیم عمل ہے، جس کا قیامت کے دن سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلوٰةُ فَإِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهِ وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ.)

,,قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور اگر یہ صحیح نکلی تو بقیہ معاملہ بھی صحیح ہو جائے گا اور اگر اسی میں خرابی نکل آئی تو بقیہ معاملہ بھی خراب ہو جائے گا،،

لہذا ضرورت ہے کہ نماز کو پابندی کے ساتھ اور مسنون طریقہ سے ادا کیا جائے اور وہ امور ذہن میں رہیں، جن سے نماز فاسد و باطل ہو جاتی ہے تا کہ ان سے کلی گریز کیا جائے اور ان امور سے بھی حتی المقدور بچنے کی کوشش کی جائے جو نماز میں مکروہ ہیں۔

زیر نظر کتاب میں ان تمام امور کے ساتھ ہی وہ امور بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں جو بظاہر ممنوع و مکروہ لگتے ہیں مگر درحقیقت وہ مباح و جائز ہیں۔

مُبطلات و مُفسدات اور مکروہات و مباحاتِ نماز کی یہ تفصیل ہر نمازی کی ضرورت ہے، تاکہ نماز کو کامل و احسن صورت میں ادا کر سکے۔

یہ دراصل تو ریڈیو متحدہ عرب امارات ام القیوین سے نشر شدہ ہماری چند ریڈیائی تقاریر ہیں، جنہیں ہماری لختِ جگر آنسہ شکیلہ قمر نے کتابی صورت دے کر قارئین کیلئے بھی استفادے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اسے مؤلف و مرتبہ اور اسکی طباعت واشاعت میں کسی بھی طرح کا تعاون کرنے والے ہر شخص کیلئے فوز وفلاحِ دارین کا سبب بنائے۔ اسے شرفِ قبول سے نوازے اور قارئین کیلئے باعثِ استفادہ کرے۔ آمین

ابو حسّان محمد منیر قمر نواب الدین

٤ صفر ١٤٢١ھ

١٠ مئی ٢٠٠٠ء

الخبر - المحكمة الكبرى

ترجمان سپریم کورٹ الخبر

وداعیہ متعاون' مراکز دعوت وارشاد

الدمام' الخبر' الظہران (ائیر بیس)

(سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُبطلات و مُفسدات

اور

مکروہات و مباحاتِ نماز

نماز کی ادائیگی کے دوران بعض امور ایسے ہیں جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اس کا نئے سرے سے شروع کر کے ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ وہ امور ,,مبطلات یا مفسداتِ نماز،، کہلاتے ہیں۔

بعض امور ایسے بھی ہیں جن سے نماز تو نہیں ٹوٹتی، لیکن دورانِ نماز ان امور سے پرہیز کرنا ہی بہتر و افضل ہے۔ کیونکہ نماز کی حالت میں ان کا ارتکاب شرعاً ناپسندیدہ فعل ہے۔ ایسے امور کو ,,مکروہاتِ نماز،، کہا جاتا ہے۔

ایک تیسری قسم کے امور وہ بھی ہیں جن سے نماز نہ تو فاسد و باطل ہوتی ہے۔ اور نہ ہی شریعت میں ان کے مکروہ و ناپسندیدہ ہونے کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ بوقتِ ضرورت وہ جائز ہیں۔ انہیں فقہی اصطلاح میں ,,مباحاتِ نماز،، کہا گیا ہے۔

ہر نمازی کو ان تمام امور سے ضرور آگاہ رہنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی نماز کے بارے میں علی وجہ البصیرت ہو، کہ میں نے اس کی ادائیگی صحیح طور پر کی ہے یا کوئی خامی رہ گئی ہے؟ اور اگر خامی رہ گئی ہے تو وہ کہیں ایسی تو نہیں کہ مجھے نماز دہرانی پڑے۔

اب آیئے ان تینوں طرح کے امور کی تفصیلات دیکھیں۔

مبطلات و مفسداتِ نماز

(۱) کسی رکن یا شرط کا ترک کر دینا

اُن میں سے سب سے پہلی چیز ہے نماز کے ارکان اور شرائط میں سے کسی بھی رکن یا شرط کو جان بوجھ کر اور بلا عذرِ شرعی ترک کر دینا، مثلاً رکوع و سجود نماز کے رکن ہیں اور انہیں اطمینان کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور جو شخص ان امور کو اطمینان کے ساتھ ادا نہیں کرتا اُسے نبی ﷺ نے کوّے کی طرح ٹھونگیں مارنے اور دانے چگنے سے تشبیہ دی ہے۔ اور ایسے آدمی کو بدترین چور قرار دیا ہے۔ اور ایسے آدمی کی نماز کے باطل و فاسد ہونے کا ثبوت بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور اُس شخص کا واقعہ ہے جس نے نبی ﷺ کی موجودگی میں جلدی جلدی نماز ادا کی، نہ رکوع میں اطمینان اور نہ سجدوں میں قرار، تو نبی ﷺ نے اُسے حکم فرمایا:

(إِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ.)(۱)

''لوٹ جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں''

اِسی طرح طہارت و وضوء صحتِ نماز کیلئے شرط ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص عمداً یا سہواً بلا وضوء ہی نماز ادا کر لے تو اس کی نماز نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کا وضوء ٹوٹ جائے تو اس کی نماز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا تاوقتیکہ وہ دوبارہ وضوء کر کے نماز ادا نہ کرے۔ (۲)

علاّمہ ابن رشد نے **بدایۃ المجتہد** (بحوالہ فقہ السنہ ۱/۴۷۔۲۷۳) میں لکھا ہے:

,,اس بات پر تمام ائمہ و فقہاء کا اجماع و اتفاق ہے۔ کہ جس نے طہارت کے

---

(۱) بخاری و مسلم وغیرہ کی معروف حدیث المسیئ صلاتہٗ۔

(۲) بخاری و مسلم، مشکوٰۃ بتحقیق علامہ البانی ۱/۱۰۰۔

بغیر نماز ادا کی اُس پر نماز کا دہرانا واجب ہے، ایسا جان بوجھ کر کیا ہو یا بھول کر ہو گیا ہو اس میں کوئی فرق نہیں،،

یعنی یاد آتے ہی نماز کو دہرا لے۔ ایسے ہی دیگر ارکانِ نماز اور صحتِ نماز کی شرائط میں سے کسی بھی چیز کا ترک کر دینا نماز کو باطل و فاسد کر دیتا ہے۔

(۲) کھانا یا پینا

نماز کے دوران کچھ کھانا اور پینا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور معروف محدّث ابن المنذر کے بقول اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر فرض نماز کے دوران کچھ کھایا یا پیا اُس پر نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے اور جمہور کے نزدیک سنت اور نفل نمازوں کا بھی وہی حکم ہے جو فرضوں کا ہے۔ البتہ بعض ائمہ وفقہاء (شافعیہ وحنبلیہ) نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر دانتوں میں اٹکا ہوا غذا کا کوئی ٹکڑا چنے کے دانے سے چھوٹا ہو، اور نمازی اُسے نگل لے تو اُس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ایسے ہی بھول یا لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہو جانے کو بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ (۳)

(۳) ہنسنا

نماز کو توڑ دینے والی تیسری چیز ہنسنا ہے۔ اور ابن المنذر نے اس بات پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ دوران نماز ہنسنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور شارح صحیح مسلم امام نوویؒ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اکثر علماءِ امت کے نزدیک تبسّم یا مسکراہٹ میں کوئی حرج نہیں، اور اگر نمازی پر ہنسی غالب آ جائے۔ وہ اُسے دَبانے کی بھرپور کوشش کرے مگر اُس پر پوری طرح قابو نہ پا سکے اور معمولی ہنسی

---

(۳) فقہ السنہ ۱/۱۷۳ مع حاشیہ۔

آجائے تو اِس سے نماز نہیں ٹوٹتی ، البتہ اگر کھل کر ہنس دے تو نماز باطل ہو جائے گی اور معمولی ہنسی یا کُھل کر ہنسنا۔ اِن دونوں کے مابین فرق کرنے کیلئے معیار کوئی نہیں۔ بس عرفِ عام میں جسے قلیل یا معمولی ہنسی کہا اور سمجھا جاتا ہے وہ مستثنیٰ ہے۔ اور جسے کثیر یا کُھل کر ہنسنا شمار کیا جاتا ہو اُس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (۴)

(۴) عملِ کثیر

نماز کو باطل و فاسد کر دینے والی چوتھی چیز ہے "عملِ کثیر" اور اس بات پر تو ائمہ کا اتفاق ہے کہ ہر وہ کام جو نماز کے منافی ہو، اگر وہ زیادہ ہو تو نماز باطل ہو جاتی ہے اور اگر وہ کم ہو تو نماز باطل نہیں ہوتی، لیکن زیادہ یعنی ,, عملِ کثیر ،، اور کم یعنی ,, عملِ یسیر ،، کی تعیین میں اہل علم کی مختلف آراء ہیں۔ البتہ ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء نے " عملِ کثیر " کی تعیین میں جو کچھ کہا ہے اُس میں ایک قدرِ مشترک یہ ہے کہ عملِ کثیر سے مراد وہ کام ہے جسے دیکھ کر دوسرا انسان یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا بلکہ کسی اور غرض سے کھڑا یا بیٹھا ہے۔

امام نوویؒ نے اس سلسلہ میں چار مختلف وجوہ بیان کرنے کے بعد جسے خود اختیار کیا ہے۔ اور جمہور کے نزدیک زیادہ صحیح اور مشہور قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ اِس سلسلہ میں بھی عُرفِ عام ہی معتبر ہے اور اُن معمولی امور کی مثالیں بھی دی ہیں جن سے نماز نہیں ٹوٹتی جن میں اشارے سے سلام کا جواب دینا، ٹوپی یا پگڑی (گر جائے تو اٹھا کر) پہن لینا، چھوٹے بچے کو اٹھا لینا۔ نماز ی کا اپنے آگے سے گزرنے والے کو روکنا، خارش کر لینا اور کسی کپڑے یا رومال میں تھوک کر مَل دینا وغیرہ شامل ہیں۔ (۵)

---

(۴) حوالہ سابقہ ص ۲۷۴، ہنسنے کے ناقض صلوٰۃ (اور ناقض وضوء عند الحنفیۃ خلافاً للجمہور) ہونیکے بارے میں روایات کی تفصیل کیلئے دیکھئے: نصب الرایۃ للزیلعی ۱/ ۴۷۔۵۴۔

(۵) بحوالہ فقہ السنۃ ۱/ ۲۷۳۔

امام بغوی نے شرح السنہ میں ایک باب قائم کیا ہے ,, بَابُ الْعَمَلِ الْیَسِیْرِ لَا یُبْطِلُ الصَّلٰوۃَ،، اور اُس میں بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث جس میں نبی ﷺ کے ایک جنّ کو پکڑنے کا واقعہ ہے۔ اور ابو داؤد و نسائی ترمذی و مسند احمد کی حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں نبی ﷺ کا دورانِ نماز دروازہ کھولنے کا واقعہ ہے۔ یہ دونوں حدیثیں لائے ہیں۔ (٦)

ان امور سے نماز کے باطل نہ ہونے کے ثبوت، ارشاداتِ رسول ﷺ کے حوالہ سے ہم آگے چل کر ,, مباحاتِ نماز،، کے ضمن میں ذکر کریں گے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

(۵) بولنا

انہی مفسدات و مبطلاتِ نماز میں سے ایک چیز اور بھی ہے اور وہ ہے ,, جان بوجھ کر بلا وجہ نماز میں بولنا،،۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نماز میں بات چیت کرلیا کرتے تھے۔ ہم میں سے ایک شخص دورانِ نماز اپنے پاس کھڑے دوسرے نمازی سے بات کرلیتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی:

﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ (البقرۃ: ٢٣٨).

''اور اللہ کیلئے خشوع وخضوع اور خاموشی کے ساتھ قیام کرو''

(فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ.)(٧)

''اُس وقت ہمیں (نماز میں) چپ رہنے اور بات چیت نہ کرنے کا حکم دیا گیا''

(٦) شرح السنہ ٣/ ٢٦٩ ـ ٢٧٠، جنّ والا واقعہ مشکوٰۃ شریف (١/ ٣١٢) میں بھی مذکور ہے۔ دیکھیے حدیث: ٩٨٧۔

(٧) الفتح الربانی ٤/ ٢٧، شرح السنہ بغوی ٣/ ٢٣٣، بخاری مع الفتح ٣/ ٧٣۔

ایسے ہی بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضي اللہ عنہ سے مروی ہے ۔کہ ہم نماز کی حالت میں نبی ﷺ کو سلام کیا کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ ہمارے سلام کا دورانِ نماز ہی جواب دیا کرتے تھے۔ جب ہم نجاشیؒ حبشہ سے واپس آئے تو ہم نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کو سلام کیا کرتے تھے تو آپ ﷺ (دورانِ نماز بھی) جواب دیتے تھے، اب کیوں نہیں دیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغْلاً.)(۸)

''نماز میں مشغولیت ہوتی ہے (جو سلام کا جواب دینے سے منع کرتی ہے)''

ابوداؤد و نسائی میں اِسی واقعہ کے بعد ارشادِ نبوی ﷺ کے الفاظ ہیں:

(إِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهٖ مَا يَشَآءُ وَإِنَّ مِمَّا أَحْدَثَ اللّٰهُ أَنْ لاَ تُكَلِّمُوْا فِي الصَّلٰوةِ.)(۹)

''اللہ تعالیٰ اپنے دین کے احکام میں جو تبدیلی چاہے کرتا ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے جو تبدیلی فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ تم نماز کے دوران بات چیت مت کرو''

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے نماز کے دوران بول کر سلام کا جواب دینے کی اجازت تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور نماز میں بولنے سے روک دیا۔ اور ان احادیثِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں بولنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ ابن المنذر نے کہا ہے کہ تمام اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص نماز کے دوران جان بوجھ کر بولے اور وہ نماز کے معاملہ میں کسی اصلاح کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (۱۰)

---

(۸) متفق علیہ مشکوٰۃ ۱/۳۱۱، الفتح الربانی ۴/۳۷، شرح السنہ ۳/۲۳۵۔

(۹) مشکوٰۃ ۱/۳۱۳، شرح السنہ ۳/۲۳۴۔۲۳۵، و الفتح الربانی ۴/۳۷۔

(۱۰) الفتح الربانی ۴/۷۵۔

نماز میں اشارے سے سلام کا جواب دینا

سلام کا بول کر جواب دینے کی ممانعت ہے۔ البتہ ابوداؤد و ترمذی میں ایک صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہاتھ کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

(كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الصَّلاَةِ؟)

''جب نبی ﷺ نماز کی حالت میں ہوتے اور صحابہ کرام آپ ﷺ کو سلام کیا کرتے تو آپ ﷺ ان کے سلام کا جواب کیسے دیا کرتے تھے؟''

تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(كَانَ يُشِيْرُ بِيَدِهِ)(۱۱)

''آپ ﷺ ہاتھ کے اشارے سے جواب دیا کرتے تھے''

نماز کے دوران اشارے سے سلام کا جواب دینے کی کیفیت کے بارے میں مختلف روایات ہیں:

۱۔ ہاتھ سے (الصحاح الا ابن ماجه)

۲۔ انگلی سے (رواه الخمسة الا ابن ماجه)

ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ہاتھ سے مراد انگلی ہو یا پھر کبھی پورے ہاتھ سے اور کبھی صرف انگلی سے جواب دیا ہو۔

۳۔ ابوداؤد میں جعفر بن عون نے وضاحت کی ہے کہ ہاتھ سے اشارہ کیا اس کی ہتھیلی کو نیچے اور پشت کو اوپر کی طرف رکھا۔

۴۔ بیہقی میں ہے کہ سر کو ہلا کر سلام کا جواب دیا۔

یہ سب طریقے ہی جائز ہیں کہ کبھی کسی طرح اور کبھی کسی پر محمول ہیں۔ (۱۲)

---

(۱۱) مشکوۃ ۱/۳۱۳، شرح السنہ ۳/۲۳۶۔۲۳۷۔ (۱۲) النیل ۱/۳/۳۳۲۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ,,فائدہ،، کے عنوان سے لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ میں ابن سیرین کی مرسل روایت میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اشارے کے ساتھ ان کے سلام کا جواب دیا تھا اور امام بخاری رحمۂ اللہ نے نماز کے دوران اشارے کے جواز کے بارے میں مستقل ایک باب،,, باب الإشارة في الصلوٰة،، قائم کر کے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء و عائشہ رضی اللہ عنہما کی تین احادیث ذکر کی ہیں جن سے اشارے کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ (۱۳)

موطأ میں حضرت ابن عمر رضي اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نمازی ہاتھ سے اشارہ کر کے جواب دے۔ (۱۴)

ابوداؤد میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی ثابت ہیں:

(فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ.)(۱۵)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز سے فارغ ہو کر) میرے سلام کا جواب دیا''

امام خطّابی رحمۂ اللہ (معالم السنن شرح ابوداؤد میں) فرماتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہو کر سلام کرنے والے کا جواب دینا سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب نماز سے فارغ ہو کر دیا تھا اور (دورانِ نماز) اشارہ کر دینا بھی اچھا ہے۔ (۱۶)

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ بول کر سلام کا جواب دینا جب دورانِ نماز جائز نہیں تو کوئی دوسری بات کیسے جائز ہوگی؟ لیکن یہ حکم اُس شخص کیلئے ہے جو مسئلہ کی

(۱۳) بخاری ۳/ ۱۰۷۔۱۰۸، وفتح الباری ۳/ ۷۳۔ (۱۴) مشکوٰۃ ۱/ ۳۱۹۔

(۱۵) مشکوٰۃ ۱/ ۳۱۳، بلوغ الأمانی شرح الفتح الربانی ۴/ ۷۳، للتفصیل المرعاۃ ۳/ ۱۱۔۱۲۔

(۱۶) شرح السنۃ ۳/ ۲۳۷۔

واقفیت رکھتے ہوئے اور جان بوجھ کر بولے لیکن جو شخص بھول کر یا لاعلمی کی وجہ سے بول پڑے تو اسکی نماز فاسد و باطل نہیں ہوتی بلکہ درست ہی رہتی ہے کیونکہ مسلم ، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور بیہقی میں حضرت معاویہ بن حکم سُلمی رضي الله عنه کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز کے دوران کسی کے چھینک مارنے کے جواب میں کہہ دیا: يَرْحَمُكَ اللّٰه اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں چند کلمات اور بھی کہے، نماز سے فارغ ہو کر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هٰـذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ.(١٧)

’’نماز کے دوران لوگوں سے کی جانے والی بات چیت صحیح نہیں ہے۔ یہ نماز تو صرف سبحان اللہ، اللہ اکبر کہنا اور قرآن کا پڑھنا ہے‘‘

اس حدیث کے پیشِ نظر حضرت ابن مسعود، ابن عباس، ابن زبیر رضی اللہ عنہم، عروہ، عطاء، حسن بصری اور ایک روایت میں قتادہ رحمہم اللہ آئمہ میں سے امام مالک، شافعی، احمد، ابوثور، ابن المنذر اور ایک روایت میں امام سفیان ثوری رحمہم اللہ اور بقول امام نووی:(١٨) جمہور اہل علم کے نزدیک لاعلمی اور بھول سے دورانِ نماز اگر کوئی بول پڑے تو اسکی نماز ضائع نہیں ہوتی۔(١٩) کیونکہ نبی ﷺ نے اُس صحابی کو (آئندہ نہ بولنے کی تعلیم تو فرما دی مگر) نماز دہرانے کا حکم نہیں فرمایا اور اگر بھول و لاعلمی سے بولنا بھی نماز باطل کر دیتا تو نبی ﷺ اُسے نماز دہرانے کا حکم فرما دیتے مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔(٢٠)

(١٧) مشکوٰۃ ١/٣١٠، شرح السنہ ٣/ ٢٣٧۔٢٣٨، الفتح الربانی ٤/ ٧٣۔٧٤۔

(١٨) شرح مسلم ٥/ ٣١۔ (١٩) الفتح الربانی ٤/ ٧٥۔٧٦، شرح السنہ ٣/ ٣٣٩۔

(٢٠) منتقیٰ الاخبار مع نیل الاوطار ١/٢/ ٣٢٢۔

دورانِ نماز چھینک پر ذکرِ الٰہی؟

دورانِ نماز چھینک مارنے والے کا جواب دینا تو منع ہے البتہ جو شخص چھینک مارے، وہ الْحَمْدُ للہ کہہ سکتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضي اللہ عنہما اور امام احمدؒ کے نزدیک تو بلند آواز سے کہنا ہے۔ البتہ امام نخعی سے مخفی طور پر کہنے کی رائے منقول ہے اور نماز کے دوران الْحَمْدُ للہ کہنے کے جواز کی دلیل ابوداؤد و ترمذی اور نسائی میں مذکور رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جسے امام ترمذی نے حسن اور محققینِ شرح السنہ نے قوی سند والی قرار دیا ہے۔ (۲۱)

مالکیہ نے اصلاحِ نماز کی غرض سے چند کلمات کہہ لینے کی عمداً بھی اجازت دی ہے۔ اور امام اوزاعی کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص عصر کی نماز میں جہری قراءت شروع کر دے تو کوئی شخص کہہ دے ,, إِنَّهَا الْعَصْرُ،، تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (۲۲)

(٦) شرمگاہ کا ظاہر ہو جانا

(٧) وضوء ٹوٹ جانا

(٨) قبلہ کی طرف سے (بلا وجہ) کسی دوسری طرف زیادہ پلٹ جانا

یہ تینوں افعال بھی نماز کے مفسدات و مُبطلات میں سے اہل علم نے ذکر کئے ہیں لیکن ان کے واضح اور ظاہر و باہر ہونے کی وجہ سے، نیز اختصار کے پیشِ نظر ہم انکی تفصیل میں نہیں جا رہے ہیں۔

---

(۲۱) شرح السنہ وتحقیقہ ۳/۲۴۰۔۲۴۱۔

(۲۲) فقہ السنہ ۱/۲۷۲۔۲۷۳۔

مکروہاتِ نماز

نمازِ رسول ﷺ کی ترکیب وکیفیت کے ضمن میں جتنے امور رکن وشرط اور فرض وواجب بتائے جاتے ہیں۔ان میں سے کسی ایک کے چھوٹ جانے سے تو نماز ہی نہیں ہوتی، اور وہ امور جو سننِ نماز ہیں اور جن کا کرنا نبی ﷺ سے صحیح احادیث میں ثابت ہے۔اُنہیں ترک کرنا اگرچہ نماز کو باطل تو نہیں کرتا لیکن ان کا ترک کرنا ثواب میں کمی کا باعث اور مکروہ وناپسندیدہ فعل ہے۔

ایسے ہی بعض امور اور بھی ہیں جن سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی مگر وہ ناپسندیدہ اور اجر وفضیلت میں کمی کا باعث ہوتے ہیں۔جنہیں مکروہاتِ نماز کہا جاتا ہے مثلاً:

(۱۔۲۔۳) بلاوجہ خراشنا، کپڑوں کو درست کرنا اور اِدھر اُدھر ہاتھ مارنا

دورانِ نماز اگر جسم کے کسی حصہ پر خارش محسوس ہو تو خراش سکتا ہے۔اور بوقتِ ضرورت اپنے کپڑے وغیرہ ایک آدھ مرتبہ درست کرسکتا ہے۔جیسے دوران نماز ٹوپی سر سے گرگئی تو اُسے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ سکتا ہے۔(۲۳)

اور اگر کہیں پتھریلی جگہ پر جانماز کے بغیر نماز ادا کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو سجدہ کی جگہ والی کنکریوں کو نماز شروع کرنے سے قبل ہی ہموار و درست کرلے۔اور اگر پہلے نہ کرسکا ہو تو دورانِ نماز بھی ایک مرتبہ انہیں برابر کرسکتا ہے۔ یہ تو مکروہ شمار نہیں کیا گیا لیکن اگر ایک شخص بلاوجہ وبلاضرورت بار بار اپنے کپڑوں کو درست کرتا رہے۔اپنے بدن پر اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا اور کھیلتا رہے یا بار بار زمین پر پھونکیں مارتا اور اُسے ہموار کرتا رہے تو یہ کارِ عبث ہے۔جو خشوع وخضوع کے

(۲۳) امام شوکانیؒ سے کسی نے پوچھا کہ نمازی سر سے ٹوپی یا پگڑی (عمامہ) گرنے پر اٹھا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا نبی ﷺ تو اپنی نواسی امامہؓ کو اٹھا لیا کرتے تھے۔عمامہ اٹھا لینے میں کیا حرج ہے۔

منافی ہے۔ایسے شخص کی نماز تو ہو جائے گی لیکن اس کے یہ افعال مکروہ و ناپسندیدہ ہیں۔کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، سننِ اربعہ اور مسند احمد وغیرہ میں حضر معیقیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جائے سجدہ کی کنکریاں ہموار و درست کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(إِنْ كُنْتَ (لَابُدَّ) فَاعِلاً فَوَاحِدَةً).(۲۴)

''اگر ضرور ہی (جائے سجدہ کی کنکریوں کو) درست کرنا ہو تو صرف ایک ہی مرتبہ کرلے''

اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر مذکورہ امور کی تکرار کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اسکے مکروہ ہونے کی علّت یہ ہے کہ خشوع کی محافظت میں فرق نہ آنے پائے یا پھر اس لئے کہ کہیں یہ ,,عملِ کثیر،، کی حدود تک نہ جا پہنچے (جس سے کہ نماز باطل ہی ہو جاتی ہے)۔(۲۵)

ایسے ہی ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلوٰةِ فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ فَلَا يَمْسَحِ الْحَصَىٰ)(۲۶)

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہی اس کے روبرو ہوتی ہے۔اس لئے اُسے کنکریوں کو نہیں چھونا چاہیئے''

یہاں یہ علّت یعنی کراہت کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ اُس کا یہ فعل اُس کے اور رحمتِ الٰہی کے مابَین حائل نہ ہونے پائے۔دورانِ نماز پیشانی کو غبار یا ریت لگ

(۲۴) مشکوٰۃ ۱/۳۱۱، الفتح الربانی ۴/۸۳، بخاری ۳/۷۹۔ (۲۵) فتح الباری ۳/۷۹۔

(۲۶) فتح الباری ایضاً، مشکاۃ ۱/۳۱۶، الفتح الربانی ۴/۸۳۔

جائے تو اُسے نماز مکمل ہونے سے پہلے صاف کرنا بھی مکروہ شمار کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں ابن ابی شیبہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ملتی ہے۔قاضی عیاض نے بھی علمائے سلف سے اس کے مکروہ ہونے کا قول نقل کیا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوسعید رضي اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو پانی اور مٹی میں سجدہ کرتے دیکھا یہاں تک کہ (سلام پھیرنے کے بعد) میں نے آپ ﷺ کی پیشانیٔ مبارک پر مٹی کا نشان دیکھا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اِس حدیث پر پوری نماز پڑھ چکنے تک پیشانی اور ناک سے (گرد یاریت) صاف نہ کرنے کا باب باندھا ہے۔اور اپنے استادِ گرامی امام حمیدی سے نقل کیا ہے کہ وہ اِس حدیث سے دورانِ نماز پیشانی صاف نہ کرنے پر استدلال کرتے ہیں۔ (۲۷)

ترمذی و مسند احمد میں ایک روایت ہے جس میں نبی ﷺ نے ایک بچے کو سجدہ کرتے وقت پھونک مارتے دیکھا تو فرمایا:

(يَا أَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَکَ لِلّٰهِ.) (۲۸)

''اے افلح !اللہ کیلئے اپنی پیشانی کو خاک آلودہ ہونے دو''

الغرض بار بار پیشانی صاف کرنا، کپڑوں کو درست کرتے رہنا، جائے سجدہ کو ہموار کرنا (اور سر یا داڑھی) کے بالوں سے کھیلتے رہنا) مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔لیکن اگر یہ ایک آدھ مرتبہ یا پھر بوقتِ ضرورت ہو تو مکروہ نہیں بلکہ جائز و روا ہے ۔چنانچہ امام بخاری رحمہُ اللہ نے اپنی صحیح میں ''کتابُ العَمَلِ فِي الصَّلوٰة''

(۲۷) البخاری ۲/۳۲۲، فتح الباری ۳/۷۹-۸۰۔

(۲۸) مشکوٰۃ ۱/۳۱۶ شیخ البانی نے ترمذی کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن الفاظ مسند احمد کے ہیں اور احمد البنا نے اسکی سند کو جید قرار دیا ہے اور یہ حدیث صحیح ابن حبان میں بھی ہے، الفتح الربانی ۴/۸۴۔

میں پہلا باب ہی یہ باندھا ہے کہ نماز کے دوران، اُس کے متعلقہ امور میں ہاتھ سے مدد لینا۔ اور آگے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔ کہ انسان دورانِ نماز اپنے اعضائے جسم میں سے جس سے چاہے (بوقتِ ضرورت) مدد لے سکتا ہے اور حضرت ابواسحاق سبیعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے دورانِ نماز اپنے سر پر سے ٹوپی اتار کر نیچے رکھی اور پھر بعد میں اٹھا بھی لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ نماز میں (قیام کے دوران) اپنے ہاتھ باندھے رکھتے تھے اِلّا یہ کہ اگر کہیں خارش ہوتی یا کپڑا درست کرنے کی ضرورت پڑتی (تو ہاتھ کھول لیتے تھے) ان تینوں آثار کے بعد خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کیا ہے۔ اُس حدیث شریف سے ان آثار کی تائید ہوتی ہے۔ (۲۹)

(۴) دورانِ نماز کوکھوں پر ہاتھ رکھنا

مکروہاتِ نماز میں سے ہی ایک چیز دورانِ قیام اپنی کوکھوں پر ہاتھ رکھنا ہے کیونکہ بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں ایک روایت ہے:

(نَهَىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْاِخْتِصَارِ.) (۳۰)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختصار (یعنی کوکھوں پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے) سے منع فرمایا ہے"

"اختصار" کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں مثلاً:

۱۔ کوکھوں پر ہاتھ رکھنا اور امام ابوداؤد، امام بغوی اور عراقی وغیرہ نے اسے ہی سب سے صحیح قرار دیا ہے۔ اور بخاری شریف "کتاب االأنبیاء، باب ما یُذْکَرُ عَنْ بنی اسرائیل"، میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۲۹) بخاری ۳/۷۱۔

(۳۰) بخاری مع الفتح ۳/۸۸، الفتح الربانی ۴/۱۰۴، شرح السنۃ ۳/۲۴۷ واللفظ لأبی داؤد کمافی فقہ السنۃ ۱/۲۶۸۔

۲۔ کسی سورت کی آخری ایک یا دو آیتیں پڑھنا۔

۳۔ کسی عصا وغیرہ پر ٹیک لگا کر نماز میں کھڑے ہونا۔ (۳۱)

۴۔ عدمِ اطمینان۔ ۵۔ حذفِ آیۃ السجدہ۔ (۳۲)

یہ فعل ہمارے یہاں غالباً پایا ہی نہیں جاتا، لہٰذا تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

(۵) دورانِ نماز آسمان کی طرف دیکھنا

نمازِ نبوی کی ترکیب و کیفیت کے ضمن میں اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ دورانِ نماز، نمازی کی نظریں اپنی جائے سجدہ پر مرکوز رہنی چاہئیں۔ کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابنِ سیرین سے ایک مرسل روایت میں ہے کہ پہلے صحابہ کرام رضي اللہ عنہم نماز کے دوران آسمان کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ (سورۂ مؤمنون کی ابتدائی) آیات نازل ہوگئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾

(المؤمنون: ۱۔۲)

''وہ مؤمن فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں''

اُسکے بعد صحابہ نے اپنی نظریں اپنے سامنے مرکوز رکھنا شروع کر دیں۔ اور وہ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ دورانِ نماز کسی کی نظریں جائے سجدہ سے تجاوز نہ کریں اور مستدرک حاکم کی مرفوع روایت سے پتہ چلتا ہے کہ شروع میں اس بات کی ممانعت نہیں تھی۔ لہٰذا خود نبی ﷺ بھی دیکھ لیا کرتے تھے لیکن جب یہ آیات نازل ہوگئیں:

(فَطَأْطَأَ رَأْسَهُ.) (۳۳)

---

(۳۱) شرح السنۃ ۳/۲۵۰۔۲۵۷ (۳۲) المرعاۃ ۳/۵۔

(۳۳) فتح الباری ۲/۲۳۳۔۲۳۴، المرعاۃ ۳/۶۔

''تو آپ ﷺ نے بھی اپنے سرِ اقدس کو جھکا لیا (نگاہیں اپنے سامنے مرکوز کرلیں)''

لہٰذا دورانِ نماز آسمان کی طرف دیکھنا منع ہے۔

اس سلسلہ میں نبی ﷺ کے بہت سارے ارشادات ہیں۔ جیسے بخاری، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے، ابن ماجہ، ابن حبان اور طبرانی میں حضرت ابنِ عمر رضي اللہ عنہما سے، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی میں ہی حضرت ابو سعید خدری اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث میں دورانِ نماز آسمان کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جن میں سے بخاری شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(مَا بَالُ أَقْوَامٍ يرْفَعُوْنَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلوٰةِ.)

''ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے۔ جو دورانِ نماز اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں آپ ﷺ نے بڑے سخت الفاظ ارشاد فرمائے یہاں تک کہ فرمایا:

(لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ أَوْ لَيُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.)(۳۴)

''وہ اس سے باز آجائیں نہیں تو ان کی قوّتِ بصارت اچک لی جائے گی''

دورانِ نماز خاص دُعاء کے وقت ایسا کرنے کے بارے میں، صحیح مسلم، نسائی، بیہقی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلوٰةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ.)(۳۵)

(۳۴) حوالہ سابقہ ایضاً۔ (۳۵) مشکوٰۃ مع المرعاۃ ۶/۳۔

''لوگ دورانِ نماز دعاء کے وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانے سے باز آجائیں۔نہیں توان کی نظریں ضرورا چک لی جائینگی''

ان روایات میں اندھا کردینے کی سزا کے پیشِ نظر دورانِ نماز آسمان کی طرف دیکھنے کو حافظ ابنِ حجر نے فتح الباری میں اور علاّمہ عبید اللہ رحمانی نے المرعاۃ شرح المشکوٰۃ میں حرام قرار دیا ہےاور امام ابنِ حزم نے تو اور بھی سختی سے کام لیا ہے کہ ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔لیکن شافعیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔ یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ نماز سے باہر عام حالات میں دُعا کرتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھنے کو بھی قاضی شریحؒ نے مکروہ کہا ہے۔لیکن اکثر ائمہ وفقہاء اور اہلِ علم نے اِسے خارج از نماز قرار دیا ہے۔کیونکہ جس طرح کعبہ شریف قبلۂ نماز ہے اسی طرح آسمان قبلۂ دعاء ہے۔ (۳۶)

ابن بطال کے اس قول کو شیخ ابن باز نے محلِّ نظر قرار دیا ہے کیونکہ:

اولاً: آسمان کے قبلۂ دعاء ہونے پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی سلفِ امت سے یہ بات ثابت ہے۔

ثانیاً: نبی ﷺ بھی دُعا کیلئے کعبہ کی طرف ہی متوجہ ہوتے تھے جیسا کہ بکثرت مقامات پر ثابت ہے۔

ثالثاً: قبلہ سامنے والی جہت کو کہا جاتا ہے نہ کہ اوپر کی جہت کو جیسا کہ شرح عقیدہ طحاویہ (ص:۲۲۹ تحقیق احمد شاکر) میں ہے۔(۳۷)

(۶) اِدھر اُدھر جھانکنا

یہ تو تھا دورانِ نماز آسمان کی طرف دیکھنے کا معاملہ۔اب رہا دور آگے کی

(۳۶) المرعاۃ ایضاً وفتح الباری ۲/۲۳۳، وتحقیق شرح السنہ ۳/۲۵۸، شرح مسلم نووی ۴/۱۵۳۔

(۳۷) تحقیق فتح الباری ۲/۲۳۳۔

طرف یا دائیں بائیں دیکھنا یا التفات کرنا۔ اس سے نماز باطل تو نہیں ہوتی البتہ یہ مکروہ و ناپسندیدہ فعل ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے دورانِ نماز (بلاضرورت دائیں بائیں) التفات کرنے کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

(هُوَ اِخْتِلاَسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلوٰةِ الْعَبْدِ.)

''یہ اچک لینا ہے اس طرح شیطان بندے کی نماز سے (اجر وثواب) اچک لیتا ہے''

مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے بعد متفق علیہ لکھ کر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ بخاری و مسلم میں ہے۔ (۳۸)

امام حاکم نے مستدرک میں (۱/ ۲۳۷) اور امام جزری نے جامع الاصول (۶/ ۳۲۵) میں اسی سہو سے کام لیا ہے۔ جبکہ یہ حدیث مسلم شریف میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ افراد بخاری میں سے ہے۔ علامہ عینی اور حافظ عسقلانی نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ منتقی الاخبار میں مجد ابن تیمیہ نے، اور الترغیب میں منذری نے، ایسے ہی تلخیص السنن میں بھی اسے بخاری کی طرف ہی منسوب کیا ہے مسلم کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ بخاری کے علاوہ یہ حدیث ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ اور بیہقی میں بھی ہے۔ (۳۹)

ابوداؤدونسائی اور مسند احمد میں ہے:

(لاَ يَزَالُ اللّٰهُ مُقْبِلاً عَلَى الْعَبْدِ مَالَمْ يَلْتَفِتْ فَإِذَا صَرَفَ وَجْهَهُ انْصَرَفَ عَنْهُ.)(۴۰)

(۳۸) المشکوٰۃ ۱/ ۳۱۱۔ (۳۹) المرعاۃ۔

(۴۰) فتح الباری ۲/ ۲۳۴، نیل الاوطار ۱/ ۲/ ۳۳۳، شرح السنہ ۳/ ۲۵۳، مشکوٰۃ ۱/ ۳۱۵ وضعفہ الألبانی خلافاً للشوکانی والعسقلانی۔

''اللہ تعالیٰ اُس وقت تک اپنے نمازی بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ التفات نہ کرے، جب وہ کسی طرف منہ پھیر لے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے''

اس حدیث سے یہ وضاحت بھی ہوگئی کہ مکروہ وناپسندیدہ التفات سے مراد گردن کو موڑ کر اور منہ پھیر کر دیکھنا ہے۔ جبکہ گردن موڑے اور منہ پھیرے بغیر محض نظروں کو جائے سجدہ سے آگے یا دائیں بائیں کر لینا مفسد یا مکروہ نہیں صرف خلافِ اَوْلیٰ ہے۔ کیونکہ ترمذی اور نسائی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

(أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَلْحَظُ فِي الصَّلٰوةِ يَمِيْناً وَشِمَالاً وَلَا يَلْوِيْ عُنُقَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ.)(۴۱)

''نبی ﷺ دورانِ نماز دائیں بائیں (مڑے بغیر گوشۂ چشم سے) دیکھ لیتے تھے (جسے کن انکھیوں سے دیکھنا کہا جاتا ہے)۔ لیکن اپنی گردن کو پیچھے کی طرف نہیں موڑتے تھے''

ابوداؤد میں ہے کہ رات کے وقت کسی گھاٹی کی طرف نگرانی کی غرض سے نبی ﷺ نے کسی آدمی کو بھیجا ہوا تھا۔ اور جب آپ ﷺ نماز فجر پڑھانے لگے تو اُس گھاٹی کی طرف بھی دیکھتے تھے۔ کتاب الاعتبار حازمی سے نقل کرتے ہوئے امام شوکانی نے لکھا ہے۔ کہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ گھاٹی قبلہ کی جہت تھی اور آپ ﷺ گردن موڑے بغیر دیکھ لیتے ہونگے۔ (۴۲)

اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ نبی ﷺ کا یہ آگے یا دائیں بائیں نظر کرنا نگرانی یا کسی دوسری مصلحت کیلئے تھا جو کہ عام نمازیوں کیلئے خلافِ اولیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ سب کے نزدیک مباح ہے چاہے وہ فرض نماز میں ہی کیوں نہ ہو۔ (۴۳)

---

(۴۱) مشکوٰۃ ۱/۳۱۵ وصححہ الالبانی۔ (۴۲) نیل الاوطار ۱/۲/۳۳۴۔ (۴۳) المرعاۃ ۳/۱۶۔

بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ فرضوں میں التفات منع ہے۔ البتہ سنتوں اور نفلوں میں کچھ گنجائش موجود ہے، اور وہ بھی جب شدید ضرورت ہو ورنہ نہیں۔

امام عطاء، مالک، ابو حنیفہ، محمد، ابو یوسف اور اوزاعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے اور ملا علی قاری نے المرقاۃ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی گردن پیٹھ تک موڑ لے اور اسکا سینہ جہت قبلہ سے ہٹ جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائیگی۔ (۴۴)

الغرض التفات کی تین قسمیں بنتی ہیں:

اولاً: اگر سینہ جہتِ قبلہ سے ہٹ جائے تو یہ مبطلات و مفسداتِ نماز میں سے ہے۔

ثانیاً: اگر دائیں بائیں اسطرح دیکھے کہ سینہ جہتِ قبلہ سے نہ ہٹے تو یہ جمہور کے نزدیک مکروہ اور ظاہر یہ کہ نزدیک حرام ہے۔

ثالثاً: اگر التفات محض کن انکھیوں سے ہو گردن نہ موڑی جائے اور نہ منہ پھیرا جائے تو یہ مباح ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے۔ (۴۵)

لہذا جہاں تک ممکن ہو ان تمام اقسام سے احتراز و پرہیز ہی ضروری ہے اور اسی میں کمالِ ثواب کی توقع کی جا سکتی ہے۔ فرضوں میں تو بطورِ خاص احتیاط سے کام لینا چاہئیے۔

(۷) منقش اشیاء کا وجود

نماز کی ادائیگی کے وقت کسی ایسی چیز کا نمازی کے سامنے ہونا جس سے خیال بٹ جائے اور نماز میں غفلت پیدا ہوتی ہو۔ ایسی چیز سے نماز ضائع تو نہیں ہوتی البتہ ایسی چیز کا وجود مکروہ و ناپسندیدہ شمار کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا وجود نماز میں خشوع و خضوع میں مخل ہوتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

(۴۴) النیل ۱/۲/۳۳۳، المرعاۃ ۳/۱۶، شرح السنۃ ۳/۲۵۳۔ (۴۵) المرعاۃ ۳/۹۔

مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک باریک پردہ تھا جسے وہ گھر کے ایک حصے میں پردے کے طور پر لٹکایا کرتی تھیں۔ تو نبی ﷺ نے انہیں حکم فرمایا:

(أَمِيْطِي قِرَامَكِ فَإِنَّهُ لاَ تَزَالُ تَصَاوِيْرُهُ تَتَعَرَّضُ لِي فِي صَلوٰتِي.)(۴۶)

''اس پردے کو ہٹادو۔اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آتی رہی ہیں''

ایسے ہی بخاری و مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور مؤطا امام مالک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے میری ایک اونی چادر میں نماز ادا فرمائی جس میں کہ دھاریاں تھیں (نماز پڑھ چکنے کے بعد) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(شَغَلَتْنِي أَعْلاَمُ هٰذِهِ.)(۴۷)

''اس چادر کی دھاریوں نے تو میرا دھیان ہٹادیا ہے''

یہاں جو دھیان ہٹانے کا ذکر ہے اس میں قربِ وقوع کی بناء پر مُبالغہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقتاً نبی ﷺ کی ذات گرامی اس سے کہیں بالا تھی کیونکہ بخاری شریف میں ہی ایک روایت میں یہ وضاحت موجود ہے۔ جس میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلوٰةِ فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنِّيْ.)

''میں دورانِ نماز اس چادر کی دھاریوں کو دیکھتا تھا، مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں مجھے (خشوع وخضوع سے) مشغول نہ کردیں''

مؤطا امام مالک میں ہے:

(فَإِنِّي نَظَرْتُ إِلَى عَلَمِهَا فِي الصَّلوٰةِ فَكَادَ يُفْتِنَنِي.)(۴۸)

(۴۶) بخاری بحوالہ فقہ السنہ ۱/۲۶۹۔ (۴۷) فقہ السنہ ایضاً والفتح الربانی ۴/۹۹۔

(۴۸) الفتح الربانی ایضاً۔

''میں نے دورانِ نماز اس کی دھاریوں کو دیکھا اور قریب تھا کہ یہ مجھے نماز سے مشغول نہ کردیں''

گویا نبی ﷺ جس توجہ سے اور حضورِ قلب کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے ۔اور آپ ﷺ جس بلند مقام و مرتبہ پر فائز تھے۔اُس کے لئے تو دھیان بٹانا ممکن نہ ہوسکا بلکہ قریب تھا کہ بٹادے۔مگر عوام الناس کیلئے نقش و نگار والے پردوں کی موجودگی میں ان کے بیل بوٹوں میں کھوجانا اور نماز سے غافل ہوجانا کوئی بعید نہیں، لہٰذا وہ منقّش پردہ ہٹا کر اور دھاری دار چادر کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر فرما کر اپنی امت کیلئے سبق دے گئے۔صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلاَمُہٗ عَلَیْہِ ۔

بخاری و مسلم وغیرہ کی ان دونوں صحیح حدیثوں کا پورا مفہوم پیشِ نظر رکھا جائے تو بہت سی اشیاء کے بارے میں شرعی حکم معلوم کرنا آسان ہوجاتا ہے۔مثلاً مساجد کی محرابوں میں نقش و نگار کرنا، سامنے والی دیواروں پر بیل بوٹے بنانا، یا سامنے والی مغربی دیوار (قبلہ رخ) پر ایسے پردے لگانا جو پھولدار ہوں۔یا نماز ادا کرنے کیلئے ایسی جگہ کھڑے ہونا، جہاں سے ایسے پردوں کی تمام گلکاریاں بہت قریب سے واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہوں۔مگر اس کا کیا کیا جائے کہ بعض مساجد میں نہ صرف پردے منقّش ہوتے ہیں، بلکہ کارپٹ یا دریاں بھی ایسی ہی بچھائی گئی ہوتی ہیں جن پر ظاہر ہے کہ خوبصورت ڈیزائن بنے ہوتے ہیں۔جوا کیلے آدمی کے نماز ادا کرنے کیلئے جانماز ملتے ہیں۔وہ سب بھی بنتے ہی ایسے ہیں کہ خوبصورت رنگوں سے مزیّن اور منقّش ہوتے ہیں۔اس سب صورتِ حال کو بھی اپنے سامنے رکھیں اور نبی ﷺ کے دونوں ارشاد بھی پیشِ نظر رکھ کر دیکھیں۔سارا مسئلہ آپ خود ہی حل کرلیں گے۔

دورانِ نماز آنکھیں کھلی یا بند؟

البتہ اِس کے حل کو مزید آسان کرنے کیلئے فقہاء کرام کے مابین ایک اختلافی مسئلہ کو بھی ساتھ شامل کرلیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ آیا دورانِ نماز آنکھوں کو کھلا رکھنا ضروری ہے یا بند کیا جاسکتا ہے؟

اس سلسلہ میں نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے بکثرت واقعات ایسے ملتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ دورانِ نماز آنکھیں کھلی رکھا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ دورانِ نماز آنکھوں کو بند کر کے رکھنا مکروہ ہے۔ جبکہ نبی ﷺ سے آنکھوں کو بند رکھنے کی کراہت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔ لہٰذا بعض اہل علم نے آنکھیں بند کر کے نماز ادا کرنے کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ کراہت کے بارے میں جو ایک روایت ملتی ہے وہ محدثین کرام کے نزدیک صحیح نہیں، بلکہ ضعیف اور نا قابلِ استدلال ہے۔ (۴۹)

اس موضوع پر علامہ ابن قیمؒ نے بڑی حکیمانہ ودانشمندانہ بات لکھی ہے کہ آنکھیں بند رکھنے یا کھلی رکھنے کے جواز یا کراہت پر ڈٹ جانے کی بجائے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اگر آنکھوں کو کھلا رکھنا نماز کے دوران خشوع وخضوع کیلئے مخلّ نہ ہو تو انہیں کھلا رکھنا ہی افضل ہے۔ اور اگر جہتِ قبلہ میں پائے جانے والے بیل بوٹے نقش ونگار یا دل کو اپنی طرف لگا لینے والی اشیاء پائی جاتی ہوں جو بندہ اور خشوع کے مابین حائل ہو رہی ہوں تو ایسی جگہ پر آنکھوں کو دورانِ نماز بند کئے رکھنا قطعاً مکروہ نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسی صورت میں آنکھیں بند کر کے نماز ادا کرنے کو مستحب وافضل کہنا، مکروہ کہنے کی نسبت اصولِ دین اور مقاصدِ شریعت کے زیادہ قریب ہے۔ (۵۰)

---

(۴۹) مجمع الزوائد ۲/۲/۶۸۔ (۵۰) بحوالہ فقہ السنہ ۱/۲۶۹۔

امام نووی نے بعض کی طرف کراہت کا قول منسوب کر کے لکھا ہے:

(وعِنْدِيْ لاَ يُكْرَهُ إِلاَّ أَنْ يَّخَافَ ضرراً.)(۵۱)

''میرے نزدیک آنکھیں بند کر کے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں، سوائے اس کے کہ اُسے کسی ضرر کے پہنچنے کا خدشہ ہو''

الغرض ایسے پردے کی موجودگی یا ایسے جانماز پر نماز تو ہو جاتی ہے۔ مگر یہ نبی ﷺ کے نزدیک مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔ معروف محدّث وفقیہہ اور محقق و مجتہد علامہ ابن قیم کی یہ بات، نقش ونگار والے پردوں کے سامنے یا ایسے جانماز پر نماز ادا کرنے کے طریقہ کیلئے بہترین راہنما ہے۔ برطانیہ میں مقیم علمائے احناف سمیت تمام مکاتبِ فکر کے علماء کے فتاویٰ ماہنامہ ''صراط مستقیم'' برمنگھم میں شائع ہوئے تھے۔ ان میں منقّش جانماز کے استعمال کو ترک کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ بلکہ اُس شمارے میں ایک تحقیقی رپورٹ میں ثابت کیا گیا ہے کہ بعض جانماز تو بیت اللہ شریف اور مسجدِ نبوی و گنبدِ خضراء کی تصویروں والے ہوتے ہیں۔ جبکہ بعض پر مسجدِ نبوی کا دھوکہ دینے کیلئے اُسی سے ملتے جلتے ایک کنیسہ (چرچ) کی تصویر منقّش کی گئی ہے جو کہ عیسائی مشنری کی گہری سازش اور مسلمانوں کے بھولے پن کا ثبوت ہے۔ جن کے پاس منقّش جانماز ہوں، وہ انہیں ضائع کرنے کی بجائے الٹے رخ سے استعمال کریں تو معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ یہ صراط مستقیم کی ایک طویل رپورٹ اور فتووں کا خلاصہ ہے۔

(۸) قبلہ رو یا دائیں جانب تھوکنا

مسجدیں مقدّس مقامات ہوتی ہیں اور نماز ایک مقدّس عبادت ہے۔ لہٰذا مسجد کے اندر اور نماز کے دوران اپنے آگے یعنی قبلہ رو یا دائیں طرف تھوک دینا انتہائی

(۵۱) شرح مسلم ۴۴/۵۔

مکروہ فعل ہے۔لیکن شروع اسلام کے زمانے میں اس فعل کی کراہت وممانعت کا حکم عام ہونے سے قبل بعض لوگ اس سلسلہ میں سستی کر جایا کرتے تھے۔جس کا ذکر متعدد احادیث میں ملتا ہے۔چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد کی قبلہ والی دیوار پر بلغمی تھوک (یا رینٹ) دیکھا تو آپ ﷺ نے ایک کنکری لے کر اُسے رگڑ کر صاف کر دیا۔

اور پھر ارشاد فرمایا:

(إِذَا تَنَخَّمَ أَحَدُكُمْ فِي صَلوتِهِ، فَلاَ يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ وَلاَ عَنْ يَمِيْنِهِ، وَلْيَبْصُقَنَّ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى.)

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہوتو اپنے سامنے (قبلہ رو) یا دائیں طرف کو ناک صاف نہ کرے۔اُسے چاہیئے کہ بائیں طرف تھوکے یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے''

بخاری شریف میں ہے:

(فَيَدْفُنُهَا.)(۵۲) ''پھر اُسے زمین میں دبادے''

جبکہ بخاری اور مسند احمد کی ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کا ایک کنارہ پکڑا اور اُس میں تھوک کر اُسے مل دیا اور فرمایا:

(أَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا.)(۵۳) ''یا پھر اُسے یوں کر لینا چاہیئے''

بخاری ومسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں اس موضوع کی کئی احادیث مذکور ہیں۔جن سے پتہ چلتا ہے کہ نمازی کا قبلہ رو یا دائیں جانب تھوکنا کتنا مکروہ وناپسندیدہ فعل ہے۔

---

(۵۲) نیل الأوطار ۱/۲/۳۴۰۔ (۵۳) حوالہ بالا والفتح الربانی ۴/۱۰۳۔

ان روایات میں جو بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکنے اور اُسے زمین میں دبانے کا کہا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ صرف اُسی وقت ممکن ہے جب کہ مسجد کا فرش کچا ہو، اور کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو۔ آج جبکہ اکثر بلکہ تمام مساجد ہی نہ صرف پکی ہیں بلکہ ان میں قیمتی قالین، دریاں یا صفیں بچھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں تو وہاں تھوکنا جائز ہی نہیں۔ البتہ چادر یا رومال کے استعمال والی شکل باقی ہے۔ اور بعض دیگر امور کی طرح یہ فعل بھی کم از کم نماز کی حالت میں تو ناپید ہے۔ اور مسجد کے اندر تھوکنے کی جسارت بھی کوئی باہوش وحواس مسلمان نہیں کرسکتا۔ لہٰذا نماز و مسجد کے تعلق سے تو اس مسئلہ کو یہیں چھوڑ دیں۔

لیکن کیا نماز کے علاوہ عام حالات میں اور مسجد سے باہر ہونے کی شکل میں یا مسجد میں کھڑے ہو کر باہر تھوکنا ہو تو قبلہ رو ہو کر یا پھر دائیں جانب تھوکا جا سکتا ہے؟ بعض لوگ جو مساجد کی قبلہ والی دیوار میں لگی کھڑکیوں کے پٹ کھول کر، قبلہ رو ہو کر کھنکارنا اور تھوکنا شروع کر دیتے ہیں کیا ان کے اس فعل کی کوئی وجہِ جواز ہے؟

اس سلسلہ میں یہ ایک عام دنیوی اصول اور بنیادی بات ہے کہ کسی کی طرف منہ کر کے تھوکنا برا سمجھا جاتا ہے۔ سامنے والا بگڑ جاتا ہے کہ تم نے میری طرف تھوکا کیوں ہے۔ کیونکہ عرفِ عام میں یہ تحقیر کی علامت ہے۔ جبکہ قبلہ و کعبہ اور بیت اللہ شریف اس تحقیر آمیز انداز سے کہیں بالا ہے لہٰذا جہتِ قبلہ کا احترام واجب ہے۔ اور قبلہ رو ہو کر تھوکنا ممنوع ہے۔ کوئی مسجد میں ہو یا باہر نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے بغیر ہو چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں حافظ ابن حجر نے اور نیل الاوطار میں امام شوکانی نے حدیث: (فَلَا يَبْزُقَنَّ قِبَلَ قِبْلَتِهِ) کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قبلہ رو ہو کر تھوکنا حرام ہے۔ چاہے مسجد میں ہو یا باہر اور خصوصاً جب یہ فعل نمازی سے صادر ہو۔ (۵۴)

(۵۴) فتح الباری ۱/ ۴۲۶، نیل الاوطار ۱/ ۲/ ۳۸۱۔

امام نووی رحمۃ اللہ نے مسلم شریف کی حدیث: (إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي، فَلاَ يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ) کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جہتِ قبلہ کی طرف نہ تھوکا جائے۔ کیونکہ جب کسی کی طرف تھوکا جائے تو وہ اُسکی تحقیر اور توہین شمار ہوتا ہے۔ (۵۵)

ایک حدیثِ بخاری کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ومطابقت بیان کرتے ہوئے شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت کا سب سے بڑا سبب احترامِ قبلہ ہے۔ (۵۶)

صحیح ابن خزیمہ وابن حبان میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ تَفِلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَتَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ.) (۵۷)

''جس نے قبلہ کی طرف تھوکا وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) ہوگا''

ایسے ہی صحیح ابن خزیمہ، ابن حبان اور مسند بزّار میں بھی ایک حدیث ہے کہ قبلہ رو ہو کر تھوکنے والے کا تھوک قیامت کے دن اسکے چہرے پر ہوگا۔ (۵۸)

طبرانی کبیر میں تو یہاں تک ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے قبلہ رو ہو کر تھوکا اور پھر اُسے زمین میں دبایا بھی نہیں تو قیامت کے دن وہ تھوک انتہائی گرم کیا ہوا آئے گا، اور اُس شخص کے چہرے پر دونوں آنکھوں کے درمیان آپڑے گا۔ (۵۹)

---

(۵۵) شرح مسلم نووی ۳/ ۳۸۔ (۵۶) فتح الباری ۱ / ۴۳۶۔ ۴۳۷ طبع قدیم۔

(۵۷) بحوالہ فتح الباری ۱/ ۴۲۶، عمدۃ القاری ۴/ ۱۵۰، نیل الاوطار ۱/ ۲/ ۳۸۱۔

(۵۸) حوالہ جاتِ سابقہ وسبل السلام ۱/ ۱۴۹۔

(۵۹) الترغیب والترہیب للمنذری بتحقیق محی الدین عبدالحمید ۱/ ۱۶۸ حدیث: ۴۲۳۔

ان ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے کسی خوش فہمی اور خود فریبی میں نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے کہ قبلہ رو تھوکنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ تو قبلہ و کعبہ اور بیت اللہ کی عظمت و بزرگی اور عقیدت و احترام کا معاملہ ہے جبکہ۔ بخاری و مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ و ابن حبان الغرض صحاح و سنن وغیرہ میں جہاں جہاں قبلہ رو تھوکنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ وہیں وہیں دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت بھی نبی ﷺ سے ثابت ہے اور حافظ ابن حجر وعلّامہ عینی نے اپنی شروحِ بخاری میں اور علامہ امیر صنعانی نے سبل السلام میں اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ دائیں جانب تھوکنے کی ممانعت بھی مطلق ہے اِس میں بھی حالتِ نماز کی قید یا شرط نہیں ہے۔ (۶۰)

امام نوویؒ نے بھی دائیں جانب تھوکنے کو مطلقاً اور جزماً ممنوع قرار دیا ہے۔ (۶۱)

اس ممانعت کے اسباب اُن پر وارد ہونے والے اشکالات اور انکے جوابات فتح الباری میں مذکور ہیں جن کی تفصیل میں جانا باعثِ تطویل ہے۔ اس موضوع پر راقم کا ایک تفصیلی مضمون ماہنامہ "صراط مستقیم" برمنگھم جلد ۹ شمارہ ۱۲ بابت جون ۱۹۸۶ء میں، ماہنامہ محدّث بنارس، سہ ماہی مجلّہ جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ شمارہ ۱۱۔۱۲ بابت مارچ۔ جون ۱۹۸۶ میں شائع ہو چکا ہے۔ محدّث کے اس وقت کے مدیر مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے اسے اہلِ علم کو دادِ تحقیق دینے کے نوٹ کے ساتھ شائع کیا تھا مگر تا حال میری نظر سے وہ ,,تحقیق،، نہیں گزری شاید شائع بھی ہوئی ہو یا نہیں؟

الغرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کراہت کی روایت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اپنے بیٹے کو ممانعت کرنے کی روایت ہے۔

---

(۶۰) فتح الباری ۱/ ۵۲۷، عمدۃ القاری ۴/ ۱۵۳، سبل السلام ۱/ ۱۴۹۔ (۶۱) بحوالہ الفتح ایضاً۔

اور حضرت معاذ رضي الله عنہ تو فرماتے ہیں:

(مَا بَصَقْتُ عَنْ يَمِيْنِي مُنْذَ أَسْلَمْتُ.)(٦٢)

''میں جب سے مسلمان ہوا ہوں میں نے کبھی دائیں جانب نہیں تھوکا''

یہ سب تو اُس کے لئے ہے جو جانتے بوجھتے ایسا کرے۔ البتہ بھول چوک نبی ﷺ کی امت کے افراد کو معاف ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

(إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ.)(٦٣)

''اللہ نے میری امت کو بھول اور مجبوری سے کئے افعال معاف کر دیئے ہیں''

اور زوائد ابن ماجہ میں ہے:

(إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ إِنْ سَلِمَ مِنَ الانْقِطَاعِ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مُنْقَطِعٌ.)(٦٤)

''اگر یہ سند انقطاع سے محفوظ ہو تو صحیح ہے لیکن بظاہر یہ منقطع (یعنی صحیح نہیں ہے)''

یہ موضوع قدرے تفصیل کے ساتھ ہماری کتاب ,,آداب واحکامِ مساجد و جانماز،، میں دیکھا جا سکتا ہے۔(٦٥)

(۹) کپڑا لٹکا کر، منہ ڈھانپ کر

نماز کے دوران نمازی کو اپنی چادر یا رومال وغیرہ سے اپنے منہ کو ہرگز نہیں ڈھانپنا چاہیئے۔ موسم گرم ہو یا سرد، اگر کوئی بیماری یا خاص مجبوری نہ ہو تو منہ کو دورانِ

(٦٢) حوالہ جات سابقہ۔ (٦٣) ابن ماجہ ١/ ٦٥٩ بتحقیق محمد فؤاد عبدالباقی۔

(٦٤) حوالہ سابقہ ایضاً۔

(٦٥) کتاب ,,آداب واحکام مساجد و جانماز،، از مؤلف، یکے از منشورات مکتبہ کتاب وسنت۔ ریحان چیمہ، سیالکوٹ

نماز کھلا رکھنا ضروری ہے۔ اور منہ پر کسی کپڑے سے ڈھاٹا باندھ کر اسے ڈھانپ کر نماز ادا کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح ہی سر یا کندھوں پر کوئی ایسی چادر ڈال لینا جو نیچے زمین سے جا کر لگ رہی ہو۔ جسے حدیث شریف اور کتب فقہ میں ,, سَـــدْل ،، کہا گیا ہے یہ بھی ممنوع ومکروہ ہے جیسا کہ ابو داؤد وترمذی، نسائی وابن ماجہ اور مسند احمد ومستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(نَهىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلوٰةِ وَأَنْ يُّغَطِّي الرَّجُلُ فَاهُ.)(٦٦)

”نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص نماز میں اپنا کپڑا لٹکائے اور یہ کہ اپنے منہ کو کسی کپڑے سے ڈھانپے“

امام خطابی رحمہٗ اللہ نے (معالم السنن میں) لکھا ہے کہ ” سدل“ کپڑے کو اتنا لٹکانا ہے کہ وہ زمین پر لگنے لگے۔ (علامہ کمال ابن الہمام کا کہنا ہے کہ قباء کو اس انداز سے پہننا کہ اسکی آستینوں میں ہاتھ داخل نہ کئے۔ جائیں اس پر بھی ,, سدل ،، کا استعمال صادق آتا ہے۔(٦٧)

ابن الاثیر صاحب النہایۃ فی غریب الحدیث نے سدل کی تعریف میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے آپ کو کسی کپڑے میں اس طرح لپیٹ لینا کہ ہاتھ بھی اس کے اندر آ جائیں اور رکوع وسجود کے وقت بھی اس کے اندر ہی رہیں اور لکھا ہے کہ سدل کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ چادر کے وسط کو اپنے سر پر رکھ لینا اور اسکے دونوں کناروں کو کندھوں پر رکھے بغیر سیدھے نیچے ہی لٹکا دینا۔ ابو عبید نے غریب الحدیث میں لکھا ہے کہ آدمی کا اپنی چادر یا کپڑے کے دونوں کناروں کو

(٦٦) شرح السنہ ۲/ ۴۲۶، الفتح الربانی ۴/ ۹۷، فقہ السنہ ۱/ ۲۷۰۔ (٦٧) فقہ السنہ ایضاً۔

اپنے سامنے اکٹھا کئے بغیر نیچے لٹکا دینا سدل کہلاتا ہے۔اور شیخ احمد البناء نے مختلف تعریفیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ سدل اور اسبال یعنی اپنے تہبند کو اتنا لٹکانا کہ زمین پر لگ رہا ہو یہ دونوں ایک چیز ہیں)۔(٦٨)

سدل اور اسبال میں تہبند کے ساتھ ہی پتلون، پاجامہ اور شلوار بھی شامل ہیں جبکہ وہ زمین پر لگ رہے ہوں اور اس طرح تو نماز ہی قبول نہیں ہوتی جیسا کہ ابو داؤد، بیہقی اور مسند احمد میں ایک حدیث ہے:

(إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لاَ يَقْبَلُ صَلٰوةَ عَبْدٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ.)(٦٩)

''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو اپنی چادر (یا تہبند وغیرہ) زمین پر لٹکائے ہوئے ہو''

اگر یہ انداز کبر ونخوت اور غرور وتکبّر کی بناء پر ہو تو اس بات پر اجماع ہے کہ یہ حرام ہے یہ چاہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔(٧٠)

اگر یہ تکبّر کیلئے نہ ہو تو حنابلہ و مالکیہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔لیکن شافعیہ کے نزدیک پھر بھی مکروہ ہے۔اور غرور وتکبّر کے قصد سے ہو تو احناف کے نزدیک مکروہ ہے ورنہ نہیں۔(٧١)

یہاں شاید یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ کپڑے کے استعمال کا یہ انداز عموماً صرف غرور اور کبر ونخوت کے اظہار کیلئے ہی ہوتا ہے دوسرا کوئی سبب نہیں ہوتا اور اگر کہیں ہو تو پھر وہ مستثنیٰ ہے۔یہ حکم صرف مردوں کیلئے ہے عورتوں کیلئے کپڑے کا زمین تک لٹکانا ممنوع نہیں، بلکہ ضروری ہے تاکہ پردہ کی تکمیل ہو۔الغرض مرد و زن کسی بھی نمازی کو منہ نہیں ڈھانپنا چاہیئے۔اور مردوں کو دورانِ نماز بلکہ عام

---

(٦٨) الفتح الربانی ۴/ ٩٧۔(٦٩) الفتح ایضاً ص ٩٨۔ (٧٠) للتفصیل شرح السنۃ للبغوی ۲/ ۴۲۶۔ ۴۲۸۔
(٧١) الفتح الربانی ۴/ ١٠١۔

حالات میں بھی کپڑا زمین تک نہیں لٹکانا چاہئیے۔

(۱۰) کسی جگہ کو مخصوص کر کے نماز ادا کرنا

رکوع وسجود کی مسنون کیفیت کے ضمن میں یہ بات آتی ہے کہ کوّے کی طرح ٹھونگیں مارنے اور سجدہ کے وقت اپنی کلائیوں کو کتے کی طرح زمین پر بچھانے سے نبی ﷺ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ایسے ہی مسجد میں کسی جگہ کو نماز کیلئے مخصوص کر لینا بھی مکروہ ہے سوائے امام مسجد کے، کیونکہ امام کیلئے تو جگہ مخصوص ہی ہوتی ہے چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں حدیث ہے:

(نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيْرُ.)(۷۲)

''نبی ﷺ نے کوّے کی طرح ٹھونگے مارنے، جانور کی طرح کہنیوں تک ہاتھ بچھانے اور اونٹ کی طرح مسجد میں ایک جگہ مخصوص کر لینے سے منع فرمایا ہے''

جگہ بدلنے کی حکمت

اس ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ وہ مختلف جگہوں پر نمازیں ادا کریں تاکہ قیامت کے دن زیادہ مقامات اس کے نماز ادا کرنے کی شہادت دینے والے ہوں اور ایک جگہ کو مخصوص کر لینے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی اور جگہ بدل لینے کا پتہ دینے والی کئی اور احادیث بھی ہیں، جیسے ابوداؤد و ابن ماجہ میں ارشادِ نبوی ہے:

أَيَعْجَزُ أَحَدُكُمْ إِذَا صَلّٰى أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْيَتَأَخَّرَ أَوْعَنْ يَمِيْنِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ .(۷۳)

(۷۲) الفتح الربانی ۴/۹۱-۹۲۔ (۷۳) الفتح الربانی ۴/۵۱۔

''تم میں سے جب کوئی شخص کسی جگہ پر (فرض) نماز ادا کرلے تو کیا وہ اتنا بھی نہیں کرسکتا کہ (بقیہ نماز کیلئے) وہ اُس جگہ سے کچھ آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہو جائے''

مسلم وابوداؤد وغیرہ کی ایک صحیح حدیث میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مقصورہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ جب وہ (اپنے حجرے میں) داخل ہو گئے تو مجھے پیغام بھجوا کر بُلایا اور فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا جب تم نمازِ جمعہ ادا کرلو تو اس کے ساتھ دوسری کسی نماز کو اُس وقت تک نہ ملاؤ جب تک کہ کوئی بات چیت (یا ذکر و اذکار) نہ کرلو یا پھر اپنی جگہ سے نکل کر (دوسری جگہ) نہ چلے جاؤ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کا حکم فرمایا ہے:

(لَا تُوْصِلُ صَلَاةً بِصَلَاةٍ حَتّٰى تَخْرُجَ أَوْ تَتَكَلَّمَ.) (۷۴)

''کسی نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملاؤ حتی کہ تم اُس جگہ سے ہٹ جاؤ یا بات کرلو''

ان احادیث سے جہاں فرضوں کے بعد سنن ونوافل کیلئے دوسری جگہ منتقل ہونے کی مشروعیّت کا پتہ چلتا ہے وہیں اپنے لئے مسجد میں کسی جگہ کو مخصوص کر لینے کی کراہت بھی ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ مخصوص کر لینے والے کو اونٹ کے ساتھ تشبیہہ دی ہے۔ کیونکہ اونٹ کی عادات میں سے یہ بھی ایک عادت لکھی اور معروف ہے کہ وہ اپنے باڑے میں بیٹھنے کیلئے ایک جگہ مخصوص کر لیتا ہے اور وہاں سے آگے پیچھے کسی جگہ بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔

(۷۴) حوالہ سابقہ ایضاً۔

(۱۱) کھانے کی موجودگی میں نماز ادا کرنا

نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے والے سعادت مند لوگ اپنے کھانے پینے کے اوقات کچھ اس طرح مقرر کرتے ہیں کہ جن میں نمازوں کے اوقات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہوتا ہے۔ مثلاً دوپہر کا کھانا یا شام کا کھانا ایسے اوقات میں کھایا جاتا ہے کہ نمازِ ظہر اور نمازِ مغرب یا عشاء کا وقت بھی قریب ہی ہوتا ہے لہٰذا با جماعت نماز کے مقررہ اوقات سے کافی پہلے یا بعد کھانے کا وقت مقرر کیا جاتا ہے اور اس کی مستقل عادت بنالی جاتی ہے تاکہ نمازیں متاثر نہ ہوں۔

لیکن کبھی کسی وجہ سے اپنے گھر میں ہوتے ہوئے یا کسی کے یہاں مہمان گئے ہوئے ہونے کی شکل میں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کھانا پک کر تیار ہوگیا، دستر خوان بچھ گیا اور اس پر یا ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگ گیا، اُدھر عین اُسی وقت نماز کا وقت بھی ہوگیا اب ایسے میں کیا کرنا چاہئے؟

اس سوال کے جواب میں اگر ایک شخص کہتا ہے کہ بھئ پہلے نماز پڑھ لیں بعد میں کھانا کھاتے رہنا، تو مُمکن ہے کہ اُن میں سے بعض نمازیوں کو بھوک بھی لگی ہوئی ہو، اور کھانے کی میز یا دستر خوان پر لگی ہوئی اللہ تعالیٰ کی رنگا رنگ نعمتوں کو بھی دیکھ چکے ہوں۔ تو کہا جاسکتا ہے کہ اس طرح نماز ادا کرنے کے دوران دماغ میں اُن نعمتوں یا کھانے کا تصوّر جما رہے۔ زبان سے نماز کے الفاظ ادا ہو رہے ہوں اور غیر اختیاری طور پر دماغ ان الفاظ کا ساتھ نہ دے رہا ہو تو اِس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ نماز میں اُس کا ایک لازمی جزء یعنی خشوع وخضوع ناپید ہے۔ حالانکہ وہ مقصودِ اصلی ہے۔ اور اُس کے بغیر نماز محض ایک رسمی سی عبادت رہ جاتی ہے۔ اُس سے روحانیت کا عنصر غائب ہو جاتا ہے۔

اگر کھانے اور نماز کے وقت کے یکجا ہو جانے کی شکل میں کوئی یہ کہے کہ پہلے کھانا کھالینا چاہیئے پھر فوراً بعد نماز پڑھ لیتے ہیں۔تو ممکن ہے کہ بعض بزرگوں کو یہ مشورہ ناگوار گزرے اور ایسا مشورہ دینے والے کو کوسیں اور کیا سے کیا نام دیں۔ لہٰذا ایسے میں کیا کرنا چاہیئے ؟

اس سوال کا جواب ہم کسی ہما شما سے نہیں لیتے بلکہ اس کے جواب کیلئے اُس بابِ عالی پر دستک دیتے ہیں جہاں سے صادر ہونے والا ایک ایک حرف عین حق وصداقت ہوتا ہے اور جہاں سے صادر ہونے والے ایک ایک کلمہ کی صداقت پر خالقِ کائنات، مالکِ ارض وسماوات نے مہرِ تصدیق ثبت کرتے ہوئے اپنی آخری آسمانی کتاب قرآن کریم کے ستائیسویں پارے اور سورہ نجم کی تیسری اور چوتھی آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحٰی .﴾ [النجم: ۳.۴]

''وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتے ۔ یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے''

وہ بابِ عالی جہاں سے صادر ہونے والے احکام واوامر کو شک کی نظر سے دیکھنا ،اور اپنی ناقص عقل کی کسوٹی پر پرکھنا ایمان وایقان کی سلامتی کیلئے خطرے سے خالی نہیں ۔اور وہ ہیں امام الائمۃ ،امام الأنبیاء،امامِ اعظم ، نبی مکرّم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے ہمارے مذکورہ سوال کا جواب صدیوں پہلے سے دے رکھا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف اور مسند امام احمد میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَأُوا بِالْعَشَاءِ .)(۷۵)

''جب شام کا کھانا آجائے اور نماز کی اقامت بھی ہو جائے تو پہلے کھانا کھالو''

(۷۵) مسلم ۵/ ۴۵،الفتح الربانی ۴/ ۹۴۔

مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے:

(إِذَا قُرِّبَ الْعَشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَأُوْا بِهٖ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلاَ تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ.)(۷٦)

''جب شام کا کھانا لگا کر قریب کر دیا گیا ہو، اور نماز کا وقت بھی آن پہنچا ہو تو نماز مغرب سے پہلے کھانا شروع کرو، اور کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنے میں عجلت نہ کرو''

مسلم شریف ہی کی تیسری روایت میں ہے:

(وَلاَ يَعْجَلَنَّ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْهُ.)(۷۷)

'' کھانا چھوڑ کر نماز کی جلدی نہ کرے جب تک کہ کھانے سے فارغ نہ ہو جائے''

مسلم شریف میں ہی اس موضوع سے متعلقہ باب کی ایک اور حدیث اور ابوداؤد و مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(لاَ صَلاَةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ.)(۷۸)

''جب کھانا سامنے ہو تو نماز نہیں ہوتی''

ان ارشاداتِ نبویہ کے علاوہ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر صاحبزادے اور نبی ﷺ کے گرامی منزلت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل صحیح بخاری شریف میں یوں مروی ہے کہ جب انکے لئے کھانا لگا دیا جاتا اور اُدھر نماز کی اقامت ہو جاتی تو وہ کھانے سے فارغ ہو جانے تک نماز کیلئے نہیں آتے تھے حالانکہ وہ (کھانا کھانے کے دوران) امام کی قراءت سن بھی رہے ہوتے تھے۔(۷۹)

---

(۷٦) مسلم ایضاً۔
(۷۷) مسلم ایضاً۔
(۷۸) الفتح الربانی ۴/۹۳، وحوالہ سابقہ ایضاً۔
(۷۹) بحوالہ فقہ السنہ ۱/۳۲۰۔

الغرض ان ارشاداتِ نبویہ کے پیشِ نظر امام ابنِ حزم اور بعض شافعی اہل علم کا کہنا ہے کہ بہر حال پہلے کھانا ہی کھایا جائے چاہے وقت تنگ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جمہور ائمہ وعلماء کا قول یہ ہے کہ اگر وقتِ نماز میں کچھ گنجائش ووسعت ہو تو پہلے کھانے سے فارغ ہو لینا ہی بہتر ہے اور اگر نماز کا وقت بہت تنگ ہو تو پہلے نماز کا ادا کرنا ضروری ہے۔ (۸۰)

ان ارشاداتِ نبویہ کی شرح بیان کرتے ہوئے امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ ایسی صورت یعنی کھانے کی موجودگی میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ صورتِ حال کمالِ خشوع کے خلاف ہے۔ اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے وقت میں وسعت ہونے کے باوجود پہلے نماز ادا کرلی تو جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اُس نے فعلِ مکروہ کا ارتکاب کیا لیکن اسکی نماز صحیح ہوگی، امام نوویؒ نے قاضی عیاضؒ کے حوالہ سے ظاہریہ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ کھانے کی موجودگی میں نماز ادا کی جائے تو وہ باطل ہے۔ اور جمہور نے باطل تو نہیں کہا البتہ ایسی نماز کو دہرانا مستحب قرار دیا ہے مگر واجب نہیں کہا۔ (۸۱)

امام خطابی نے (ابوداوٗد کی شرح معالم السنن میں) لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز سے پہلے کھانا کھالینے کا حکم اس لئے فرمایا ہے تاکہ نفسِ انسانی اپنے پیٹ کی ضرورت پوری کرلے اور جب نماز میں داخل ہو تو وہ پرسکون ہو اور کھانے کی طلب اُس کے دماغ سے نہ کھیلے اور وہ کہیں رکوع وسجود کے اِتمام اور حقوق نماز کی ادائیگی میں جلد بازی کی وجہ سے قاصر نہ رہے۔ اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ یہ حکم تب ہے جب کہ نماز کی ادائیگی کیلئے وقت میں کچھ گنجائش ووسعت ہو ورنہ پھر نماز شروع کردے۔ (۸۲)

---

(۸۰) حوالہ سابقہ حاشیہ۔ (۸۱) شرح مسلم ۴۶/۵۔
(۸۲) بحوالہ الفتح الربانی ۹۳/۴۔۹۴، فقہ السنہ ۲۷۰/۱ اِلّا الجزء الأخیر۔

(۱۲) قضائے حاجت کو روک کر نماز ادا کرنا

نماز کی قبولیّت میں خشوع و خضوع کی بڑی اہمیّت ہے۔ اور اسی کے پیشِ نظر نبی اکرم ﷺ نے ہر اُس کام سے منع فرمایا ہے جو خشوع میں مانع ہو، ایسے امور کو مکروہاتِ نماز قرار دیا گیا ہے جن میں سے کئی ایک کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور اُنہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نمازی کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت محسوس ہو رہی ہو، اور نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو پہلے قضاءِ حاجت سے فارغ ہو جانا ضروری ہے۔ ایسی حالت میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے چنانچہ صحیح مسلم، ابو داوٗد، صحیح ابن حبان اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(لاَ صَلوٰةَ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلاَ وَهُوَ يُدَافِعُهُ الأَخْبَثَانُ.)(۸۳)

"کھانے کی موجودگی میں اور پیشاب و پاخانے کو روکتے ہوئے نماز نہیں ہوتی"

اسی طرح سنن اربعہ اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَذْهَبَ إِلَى الْخَلاَءِ وَأُقِيْمَتِ الصَّلوٰةُ فَلْيَذْهَبْ إِلَى الْخَلاَءِ.)(۸۴)

"تم میں سے جب کوئی شخص بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت محسوس کرے اور نماز کی اقامت بھی ہو گئی، ہو تو بھی اُسے چاہیئے کہ (پہلے) بیت الخلاء میں (قضاءِ حاجت کیلئے) جائے"

ایسے ہی اہلِ علم نے انہی ارشاداتِ نبویہ کی رو سے قَے اور پیٹ کی ہوا کو روکتے ہوئے نماز ادا کرنے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ یہ حالت اگر معمولی اور ارکان نماز کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ بنے تو مکروہ ہے اور اگر ان امور کی وجہ سے نماز کے کسی رکن کی ادائیگی نہ ہو سکے تو نماز ہی باطل ہو جاتی ہے۔ (۸۵)

(۸۳) مسلم ۵/۴۷، الفتح الربانی ۴/۹۳-۹۴۔ (۸۴) الفتح الربانی ۴/۹۲-۹۳۔ (۸۵) الفتح الربانی ۴/۹۴

بعض لوگ جماعت کو پالینے کی حرص میں مسجد کے حماموں پر بھیڑ ہونے کی وجہ سے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہونے کے باوجود پہلے ہی وضوء سے نماز ادا کر لیتے ہیں۔ایسے احباب کو نبی ﷺ کے یہ ارشادات اپنے سامنے رکھنے چاہئیں۔

(۱۴) غلبہ نیند میں نماز ادا کرنا

مکروہاتِ نماز میں سے ہی یہ بھی ہے کہ جب کسی پر نیند غالب آ رہی ہو تو ایسے میں نماز ادا کرنا منع ہے چنانچہ صحاحِ ستہ کی چھ ہی کتب حدیث کے علاوہ مؤطا امام مالک، مسند احمد اور سنن بیہقی میں اِرشادِ نبوی ہے:

(إِذَا نَعِسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلوٰةِ فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ، فَإِنَّهُ إِذَا صَلَّى وَهُوَ يَنْعَسُ لَعَلَّهُ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ.)(٨٦)

''جب تم میں سے کوئی شخص اونگھ رہا ہو تو اُسے چاہئیے کہ سو جائے یہاں تک کہ اسکی نیند جاتی رہے۔ یہ اسلئے کہ اگر وہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھے گا تو ممکن ہے کہ وہ استغفار کرتے کرتے اپنے آپ کو گالی دینے لگے''

نیند کے غلبہ کی حالت میں نمازی کا الفاظ کی صحیح ادائیگی کر سکنا مخدوش ہوتا ہے اور معمولی فرق سے معنی بدل جاتا ہے۔نسائی شریف میں اِس حدیث کے ایک راوی ہشام نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ غلبۂ نیند کی وجہ سے ممکن ہے کہ ,,اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ،، اے اللہ مجھے بخش دے، کی بجائے اسکے مُنہ سے ,,اَللّٰهُمَّ اعْفِرْ،، اے اللہ مجھے ذلیل کردے، نکل جائے۔(٨٧)

یعنی صرف ایک نقطے کا فرق ہے،غین کے ساتھ ,,اغْفِرْ،،کا معنیٰ مجھے بخش

(٨٦)ابوداؤد شریف ۱/۲/۳۳، الفتح الربانی ۴/۹۴-۹۵، فقہ السنہ ۱/۲۷۱۔
(٨٧)الفتح الربانی ۴/۹۵ فی الشرح۔

دے اور عین کے ساتھ ,, اغفِرْ ،، کا معنی مجھے ذلیل کر دے۔ اردو زبان میں دُعا اور دغا، محرم اور مجرم، رحمت اور زحمت کے فرق سے یہ بات بآسانی سمجھی جاسکتی ہے۔ بقولِ کسے ؎

ہم دُعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک ہی نقطے نے محرم سے مجرم کر دیا

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم فرض، نفل، دن کی اور رات کی تمام نمازوں کیلئے عام ہے اور جمہور آئمہ وفقہاء کا یہی مسلک ہے لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ فرض نماز کا وقت ہی نکل جائے۔ اور قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ اور اہل علم کی ایک جماعت نے اِس حکم کو رات کی نفلی نماز پر محمول کیا ہے کیونکہ رات عموماً نیند کے غلبے کا وقت ہوتی ہے۔ (۸۸)

جمہور کے نزدیک اس حدیث کا حکم عام ہے، رات کی نفلی نماز کے ساتھ خاص نہیں جبکہ رات کی نماز کے بارے میں ایک خاص اِرشادِ نبوی ﷺ بھی ہے۔ چنانچہ مسلم، ابوداؤد اور مسند احمدؒ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْآنُ عَلَى لِسَانِهِ، فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُولُ، فَلْيَضْطَجِعْ.) (۸۹)

,,تم میں سے جب کوئی شخص رات کو بیدار ہو جائے اور اسکی زبان سے قرآنِ کریم کی ادائیگی صحیح طرح سے نہ ہو رہی ہو حتی کہ اسے یہ بھی پتہ نہ چل رہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو اسے چاہیئے کہ لیٹ جائے،،

نیند کا غلبہ نہ صرف خشوع وخضوع میں رکاوٹ ہے بلکہ طلبِ رحمت کی بجائے

(۸۸) الفتح الربانی ۴/۹۶۔ (۸۹) ابوداؤد ۱/۲/۳۳، وبحوالہ فقہ السنہ ۱/۲۷۱۔

طلبِ زحمت کی بناء پر محرم کو مجرم بنا دینے کے امکانات بھی رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں نماز ادا کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

(۱۴) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا

نماز کے دوران یا نماز کے انتظار کی خاطر مسجد میں بیٹھے ہوئے یا گھر سے وضوء کر کے مسجد جاتے ہوئے کسی بھی مقام پر اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا مکروہ فعل ہے اِس کی کراہت پر دلالت کرنے والے نبی ﷺ کے کئی ارشادات ہیں۔ جیسا کہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور دارمی میں (عن کعب بن عُجرہ) ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلاَ يُشَبِّكَنَّ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَإِنَّهُ فِي الصَّلوٰةِ.)(۹۰)

''تم میں سے جب کوئی اچھی طرح سے وضوء کرے پھر مسجد کی طرف نکلے تو وہ اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں نہ ڈالے کیونکہ وہ تو اب گویا نماز میں ہے''

مسند احمد و ابن ابی شیبہ کی ایک حدیث میں ہے:

(إِنَّ التَّشْبِيكَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لاَ يَزَالُ فِي صَلوٰةٍ مَادَامَ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْهُ.)(۹۱)

''انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا شیطانی فعل ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص جب تک مسجد میں رہے وہ گویا کہ نماز میں ہی ہے یہاں تک کہ مسجد سے نکل نہ جائے''

مسند احمد ابو داؤد و ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے بھی بیان کی ہے:

(۹۰) نیل الاوطار ۱/۲/۳۳۵، الفتح الربانی ۴/۸۹، دارمی ۱/۳۴۸، صحیح الجامع ۱/۱/۱۸۰، مشکوٰۃ ۱/۳۱۴، الصحیحہ ۳/۲۸۴۔

(۹۱) النیل ۱/۲/۳۳۴، وحسنہ الہیثمی فی المجمع، المرعاۃ ۳/۱۴۔

أَنْتَ فِيْ صَلوٰةٍ مَا انْتَظَرْتَ الصَّلوٰةَ.(۹۲)

''(مسجد میں بیٹھے) تم اُس وقت تک نماز میں ہی شمار ہو گے جب تک جماعت کے انتظار میں بیٹھے رہو گے''

ان ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ گھر سے نکلنے سے لیکر مسجد سے نکلنے تک کسی بھی موقع پر انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا منع ہے، دوسرے یہ کہ کوئی شخص جب تک نمازِ با جماعت کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا رہے، اس کے لئے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے جتنا کہ اس عرصہ میں کوئی نفلی نماز میں مشغول رہے۔ اِسی لئے اس عرصے میں مذکورہ فعل کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ اس فعل کو مکروہ قرار دینے کی حکمت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

اولاً: یہ کہ یہ کارِ عبث یا لا یعنی فعل ہے۔

ثانیاً: یہ کہ اس فعل میں شیطان سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

ثالثاً: یہ کہ یہ فعل خشوع کے منافی ہے۔

رابعاً: اس سے نیند کا غلبہ ہو کر وضوء ٹوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ گوٹھ مار کر گھٹنوں کے گرد بازو ڈالے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں گے تو نیند آ جائے گی اور نیند آ گئی تو وضوء گیا اور خطبۂ جمعہ میں بیٹھا ہو گا تو وہ بھی نہ سنا جا سکے گا۔(۹۳)

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں ایک حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

(الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يُشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً.)

''مومن دوسرے مومن کیلئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کیلئے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے''

(۹۲) الفتح الربانی ۴/۸۸ وقال: سندہ جید۔ (۹۳) ریاض الصالحین ص: ۶۳۸ بتحقیق الارناؤوط

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ,,حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ،، کا قصّہ مذکور ہے۔

اِن دونوں حدیثوں میں اور صرف بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالا۔ اس بظاہر اختلاف کا حل اہل علم نے یہ لکھا ہے کہ اولاً تو بلا وجہ اس فعل کا ارتکاب کرنا ارشادِ نبوی کی رو سے منع ہے۔ رہا اُن احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے کرنا تو وہ بات کو سمجھانے کیلئے مثال دے کر بتانا تھا کہ ایک مومن دوسرے مؤمن کیلئے سیسہ پلائی دیوار کی طرح ہے اور ایک سے دوسرا قوّت پاتا ہے اور اس اتحاد کی قوّت کو واضح کرنے کیلئے آپ نے بطورِ مثال ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا تھا۔ ایسے ہی دیگر دونوں حدیثوں میں بھی سبب موجود ہے لہٰذا یہ کارِ عبث نہ ہوا۔ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (۱۴/۳) میں علامہ عبیداللہ رحمانی نے کافی تفصیل ذکر کی ہے۔

اِسی طرح امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ان تفصیلات کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ظاہر ہونے والے تعارض یا اختلاف کے بارے میں یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ جن احادیث میں اس فعل کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ افرادِ امّت کیلئے خاص ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی فعل سے کسی ایسے ارشاد کا تعارض ثابت نہیں ہوسکتا جو کہ امت کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ کتبِ اصول کا مسلّمہ قاعدہ ہے۔ (۹۴)

(۱۵) انگلیاں چٹخانا

یاد رہے کہ جس طرح انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا مکروہ ہے ایسے ہی بعض متکلّم

---

(۹۴) النیل ۱/۲/۳۳۵۔

فیہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کو چٹخانا بھی مکروہ ہے جیسا کہ مسند احمد، دار قطنی، بیہقی اور طبرانی میں ہے:

(إِنَّ الضَّاحِکَ فِي الصَّلوٰةِ وَالْمُلْتَفِتَ وَالْمُفَقِّعَ أَصَابِعَهُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ.)(۹۵)

''نماز کے دوران ہنسنے، اِدھر اُدھر جھانکنے اور انگلیوں کو چٹخانے والا سب برابر ہیں''

اسکی تائید ابن ماجہ کی اُس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے:

(لاَ تُفَقِّعْ أَصَابِعَکَ فِي الصَّلوٰةِ.)(۹۶)

''دوران نماز اپنی انگلیاں مت چٹخاؤ''

مصنف ابن ابی شیبہ میں حسن درجہ کی سند سے شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور اپنی انگلیاں چٹخائیں تو نماز سے فارغ ہوکر انھوں نے فرمایا:

(لاَ أُمَّ لَکَ تُقَعْقِعُ أَصَابِعَکَ وَأَنْتَ فِي الصَّلوٰةِ.)(۹۷)

''تیری ماں نہ ہو، نماز کے دوران بھی انگلیاں چٹخاتے ہو؟''

انگلیوں کا چٹخانا یہ ہوتا ہے کہ کسی انگلی کو اس کے جُوڑ کے قریب سے اس طرح پیچھے کو دبانا کہ اُس سے ٹِک کی آواز پیدا ہو۔ یہ ایک ایک کرکے سب انگلیوں سے باری باری بھی ہوسکتا ہے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر اکٹھے ہی پیچھے کو دبایا جائے تو سب سے بیک وقت بھی آواز نکل سکتی ہے۔ نماز کے دوران یا مسجد میں بیٹھ کر یا باوضوء ہونے کی حالت میں یہ انگلیوں کو چٹخانا بھی مکروہ ہے۔(۹۸)

---

(۹۵) المرعاۃ ۳/۱۴، الفتح الربانی ۴/ ۸۷، الإرواء ۲/ ۹۹۔ (۹۶) المرعاۃ حوالہ سابقہ۔

(۹۷) الإرواء ۲/ ۹۹۔ ومصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۴۴۔

(۹۸) للتفصیل: نیل الاوطار ۱/۲/ ۳۳۴۔ ۳۳۶، المرعاۃ ۳/ ۱۴۔ ۱۵، الفتح الربانی ۴/ ۸۷۔ ۹۰، جامع الاصول ۶/ ۳۲۰۔ ۳۴۶۔ کنز العمال ۸/ ۱۶۶۔ ۱۷۹، ۷/ ۴۹۱۔ ۵۳۶۔

علامہ ابن حزم نے دورانِ نمازِ انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے اور انگلیاں چٹخانے کو نماز کا باطل کردینے والا شمار کیا ہے۔ (۹۹)

کیونکہ یہ ,,إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلاً ،،۔ کی رو سے نماز سے غیر متعلقہ امور ہیں۔ (۱۰۰)

(۱۶) مردوں کا بالوں کو باندھنا

لمبے بالوں والے آدمی کا اپنے بالوں کو پیچھے کی جانب باندھ کر نماز ادا کرنا، اس فعل کو آپ ﷺ نے اس شخص سے تشبیہہ دی ہے جس کے بازو پیچھے کی طرف باندھے ہوئے ہوں۔ (۱۰۱)

(۱۷) بوقتِ سلام ہاتھ سے اشارہ کرنا

سلام پھیرتے وقت اپنے ہاتھ سے اشارہ بھی کرنا، اس کی بھی ممانعت آئی ہے اور اس اشارے کو نبی ﷺ نے گھوڑے کے دُم ہلانے سے تشبیہہ دی ہے۔ (۱۰۲)

مانعینِ رفع یدین نے بھی اس حدیث سے استدلال کی کوشش کی ہے جو کہ برمحل نہیں، تفصیل کیلئے شرح نووی اور ہماری کتاب ''رفع الیدین'' وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۸) جمائی لینا

نماز و غیر نماز ہر وقت جمائی لینا مکروہ فعل ہے۔ اسے ہر ممکن کوشش سے روکنا چاہیئے اور جمائی کے وقت منہ کے آگے ہاتھ رکھنا چاہیئے۔ (۱۰۳)

---

(۹۹) المحلی ۲/۴/۴۹۔ (۱۰۰) مسئلہ ۴۰۵، المحلی ۲/۴/۴۹۔

(۱۰۱) مسلم ابوداؤد ونسائی، الفتح الربانی ۴/۸۰_۸۱، مسلم ۲/۴/۲۰۶_۲۰۹، النیل ۱/۲/۳۳۹۔

(۱۰۲) مسلم ابوداؤد ونسائی، الفتح الربانی ۴/۹۱، مسلم ۲/۱۵۲_۱۵۴۔

(۱۰۳) مسلم ابوداؤد وترمذی، المجموع للنووی ۴/۳۲، مشکوٰۃ ۱/۳۱۴، ۳۱۶۔

مباحاتِ نماز

بعض امور ایسے بھی ہیں جن کا سرزد ہو جانا بظاہر ایسے لگتا ہے کہ شاید اِس سے نماز ہی باطل ہوگئی ہے بلکہ بعض لوگ ,,باہمہ لاعلمی،، یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی حالانکہ شریعت اسلامیہ میں دورانِ نماز اُن کے جواز کا ثبوت موجود ہے اور نہ صرف نبی اکرم ﷺ کے افعال وارشادات ان کو جائز ٹھہراتے ہیں بلکہ ائمہ فقہاء مذاہب اور علماء امّت بھی ان کے جواز کے قائل ہیں اور اگر کہیں کوئی اختلاف رائے پایا بھی جاتا ہے تو وہ بالکل معمولی، محض جزئیات کی حد تک ہے۔ ایسے امور فقہ اسلامی میں ,,مباحاتِ نماز،، کہلاتے ہیں کہ اگر انسان کو دورانِ نماز ان میں سے کسی کی ضرورت پیش آجائے تو وہ کرسکتا ہے۔ ان سے نماز باطل یا مکروہ نہیں ہوتی۔ مثلاً:

(ا) دورانِ نماز بچّے کو اٹھالینا

کوئی شخص گھر میں نماز پڑھ رہا ہو اور پاس کھیلتا ہوا کوئی بچہ آ کر نمازی سے چمٹ جائے تو اُسے ہاتھ کے ساتھ بہلا کر الگ کرنا پڑتا ہے۔ یا پھر عورتیں جو گھر میں ہی نماز پڑھتی ہیں انہیں دورانِ نماز بعض دفعہ صرف یہ کہ بچے کے سر پر ہاتھ پھیر کر بہلانا بلکہ کبھی ناسمجھ چھوٹے بچے کے رونے اور ضد کرنے پر اٹھانا بھی پڑ جائے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ بلکہ نماز کے آداب کا خیال رکھتے ہوئے بچے کو بہلایا اور اٹھایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم، نسائی، موطأ امام مالکؒ، ابو داؤد، ابن حبان اور مسند احمد میں مختلف الفاظ سے نبی ﷺ کے اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما کو دورانِ نماز اٹھائے رکھنے کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(رَأَیْتُ النَّبِيَّ ﷺ یَؤُمُّ النَّاسَ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَی عَاتِقِہٖ، فَإِذَا رَکَعَ وَضَعَھَا وَإِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُوْدِ

أَعَادَهَا.)(۱۰۴)

''میں نے نبی ﷺ کو اس حالت میں لوگوں کی امامت کراتے دیکھا کہ (آپ ﷺ کی نواسی) امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے کندھے پر تھی۔ جب آپ ﷺ رکوع جاتے تو بچی کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب (رکوع، قومہ اور) سجدوں سے فارغ ہو کر اٹھتے تو پھر امامہ کو کندھے پر بٹھا لیتے''

مسند احمد میں جید سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ وہ فجر کی نماز تھی۔(۱۰۵)

امام بغوی رحمۃ اللہ شرح السنہ میں یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بہت سے فوائد اور مسائل ہیں مثلاً اہل وعیال اور بچوں کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آنا '' عمل یسیر '' سے نماز کا باطل نہ ہونا، بچوں کے جسم اور کپڑوں کا پاک ہونا جب تک کہ کوئی نجاست معلوم نہ ہو جائے اور محرم کے جسم سے چھو جانے کا، ناقضِ وضوء نہ ہونا وغیرہ۔(۱۰۶)

شرح السنہ کے محقق لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بچوں کو مسجد میں داخل کرنا بھی جائز ہے۔ بچوں کو مسجدوں میں داخل نہ ہونے دینے پر دلالت کرنے والی روایت ,, جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ ،، کو حافظ عراقی نے انتہائی ضعیف کہا ہے، اساطین علمِ حدیث حافظ ابن حجر اور ابن جوزی نے بھی اُسے ضعیف قرار دیا ہے جبکہ عبدالحق الاشبیلی نے اسے ,, لا اصل ،، قرار دیا ہے۔(۱۰۷)

امام بغویؒ کی اس شرح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دورانِ نماز بچے کو بہلانا بلکہ

(۱۰۴) مشکوٰۃ ۱/۳۱۲، شرح السنہ ۳/۲۶۳۔ (۱۰۵) الفتح الربانی ۴/۱۱۸۔ (۱۰۶) شرح السنہ ۳/۲۶۔ ۲۶۵۔
(۱۰۷) تحقیق شرح السنہ ۳/۲۶۵۔ یہ موضوع ہماری کتاب ,, آداب واحکام مساجد ،، میں قدرے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے اور یہ کتاب بھی سر دست فقہ الصلوٰۃ جلد دوم کے ضمن میں شائع ہو چکی ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اور عنقریب الگ سے بھی شائع ہونے والی ہے۔ ان شاء اللہ

اٹھالینا "عملِ یسیر" ہے نہ کہ "عملِ کثیر"۔ نبی اکرم ﷺ کے اس عمل مبارک سے معلوم ہوا کہ اس طرح نماز فاسد نہیں ہوتی۔ مالکی علماء میں سے بعض اہلِ علم نے اس حدیث کے منسوخ ہونے، بعض نے اِس فعل کے یکے از خصائصِ مصطفیٰ ﷺ ہونے، اور بعض نے اِس کے بوجہ ضرورت ہونے کا کہا ہے۔ لیکن امام نوویؒ (شارح مسلم) نے لکھا ہے کہ یہ تمام دعوے باطل اور نا قابلِ قبول ہیں کیونکہ یہ سب بلا دلیل ہیں اور اِس حدیث میں کوئی امر بھی ایسا نہیں جو قواعدِ شرع کے خلاف ہو اور آگے مزید وضاحت کے بعد لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی امت کیلئے یہ مسئلہ بیان کرنے کی خاطر ایسے کیا، تا کہ معلوم ہو جائے کہ دورانِ نماز بچے کو اٹھالینا جائز ہے اور اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ (۱۰۸)

مذکورہ واقعہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بچے کو اٹھا لینے کے جواز میں فرضی یا نفلی کا بھی کوئی فرق نہیں اور نہ ہی امام مقتدی اور منفرد میں کوئی فرق ہے کیونکہ نبی ﷺ فرض نماز میں امام تھے تو نفلی نمازوں میں غیر امام کیلئے یہ بالا ولیٰ جائز ہے اور مسند احمد میں نمازِ فجر کی صراحت ہے جبکہ ابوداؤد میں اور بھی واضح طور پر مذکور ہے کہ یہ واقعہ نماز ظہر یا عصر میں پیش آیا۔ (۱۰۹)

نسائی و مستدرک حاکم اور مسند احمد میں ایک واقعہ بھی مذکور ہے جس میں نمازِ ظہر یا عصر میں حضرت حسن یا حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کا نبی ﷺ کے سجدہ کے دوران آپ ﷺ کی پیٹھ پر بیٹھ جانا اور آپ ﷺ کا سجدے کو طویل کر دینا مذکور ہے۔ (۱۱۰)

الغرض ان احادیث کی رو سے امام شافعی واحمد رحمہما اللہ دورانِ نماز بچے کو

---

(۱۰۸) المرعاۃ ۳/ ۷، شرح النووی ۳/ ۵/ ۳۲۔ الفتح الربانی ۴/ ۱۱۹۔ ۱۲۰، تحقیق شرح السنہ ۳/ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔

(۱۰۹) شرح السنہ ۳/ ۲۵۶۔ ۲۶۶، ابوداؤد باب العمل فی الصلاۃ حدیث ۹۲۰۔ المرعاۃ ۳/ ۷۔

(۱۱۰) الفتح الربانی ۴/ ۱۱۸۔ ۱۱۹

اٹھا لینے کے مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہٗ اللہ کے نزدیک بوقتِ ضرورت تو جائز ہے لیکن بلا ضرورت ناپسندیدہ، ظاہر ہے کہ دوران نماز صرف بوقتِ ضرورت ہی بچے کو اٹھایا جاتا ہے ورنہ نہیں۔

علاّمہ فاکہانی نے اُمامہ کو اٹھانے کی بڑی عمدہ حکمت بیان کی ہے کہ عرب لوگ بچیوں سے نفرت کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ان کی مخالفت کی اور امامہ کو اٹھا کر نماز ادا کر کے ان کے غلط نظریہ کی عملی تردید فرما دی اور کسی امر کا عملی شکل میں بیان کرنا قولی بیان سے قوی ہوتا ہے۔ (۱۱۱)

امام مالک رحمہٗ اللہ نفلی نماز میں جواز کے، اور دورانِ فرض نماز بچے کو اٹھانے کے مطلقاً مکروہ ہونے کے قائل ہیں۔ مالکی علماء کے فتاویٰ اور ان کی تردید (بقولِ امام نووی) اوپر گزر چکی ہے۔ (۱۱۲)

(۲) بوقتِ ضرورت تھوڑا سا چلنا

بعض اوقات ایسی ضرورت بھی پیش آ سکتی ہے کہ نمازی کو دورانِ نماز ہی اپنی جگہ سے کچھ حرکت کر کے تھوڑا آگے پیچھے یا دائیں بائیں ہونا پڑتا ہے مثلاً جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہوئے نمازی کی دائیں یا بائیں جانب جگہ خالی ہو تو اُس خلاء کو پر کرنے کیلئے بعض لوگ اپنی جگہ سے سرِ مو حرکت نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ شاید ایسا کرنے سے پاؤں اپنی جگہ سے ہلنے کی بناء پر نماز ٹوٹ جائے گی حالانکہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ بوقت ضرورت نہ صرف معمولی سا بلکہ چند ایک قدم چل لینا بھی جائز و ثابت ہے اور اس میں فرضی و نفلی نماز کے مابین کوئی فرق نہیں چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

---

(۱۱۱) المرعاۃ ۳/ ۸، الفتح الربانی ۴/ ۱۲۰۔

(۱۱۲) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے المرعاۃ ۳/ ۸۰۷، الفتح الربانی ۴/ ۱۱۷۔۱۲۰، شرح السنہ بغوی ۳/ ۲۶۳۔۲۶۶، فقہ السنہ سید سابق ۱/ ۲۶۲۔۲۶۴، شرح النووی ۳/ ۵/ ۳۱۔۳۳۔

(كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّي تَطَوُّعاً وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ، فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ، فَمَشَى فَفَتَحَ لِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُصَلَّاهُ.)(۱۱۳)

''نبی ﷺ (گھر میں) نفلی نماز پڑھ رہے تھے اور اندر سے دروازہ بند تھا، میں آئی اور دروازہ کھلوایا، آپ ﷺ اپنی جگہ سے چلے اور میرے لئے دروازہ کھولا پھر اپنے مصلیٰ پر تشریف لے گئے''

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ وضاحت بھی مذکور ہے کہ دروازہ قبلہ کی جانب تھا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ نیل الأوطار میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرے کہ اس جگہ کا دروازہ نمازی کے سامنے قبلہ کی جانب ہو، تو اُسے چاہیئے کہ دروازے کو بند کر لے تا کہ سامنے سے گزرنے والوں کی نسبت سُترہ اور نمازی کیلئے باعث ستر و پردہ ہو جائے۔ مزید لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں بوقتِ ضرورت نفلی نماز کے دوران چل لینے کے مباح و جائز ہونے کی دلالت موجود ہے۔ (۱۱۴)

ایسے ہی دار قطنی میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے جب کوئی انسان دروازہ کھلواتا اور دروازہ سامنے یا دائیں یا بائیں طرف ہوتا تو آپ ﷺ دروازہ کھول دیتے۔

(وَلَا يَسْتَدْبِرُ الْقِبْلَةَ.)(۱۱۵)

''آپ ﷺ قبلہ کی طرف پشت نہیں کیا کرتے تھے''

(یعنی دروازہ کھولتے وقت آپ قبلہ رو رہتے، دروازہ چاہے تھوڑا دائیں طرف چل کر یا بائیں جانب چل کر کھولنا پڑتا)۔ صحیح بخاری شریف میں ایک نماز

(۱۱۳) مشکوٰۃ ۱/ ۳۱۷ و صححہ، شرح السنۃ ۳/ ۲۷۰، الفتح الربانی ۴/ ۱۱۳، نیل الاوطار ۱/ ۲/ ۳۳۳۔
(۱۱۴) النیل حوالہ سابقہ۔ (۱۱۵) الفتح الربانی ۴/ ۱۱۳ فی الشرح، فقہ السنۃ ۱/ ۲۶۱-۲۶۲۔

خسوف میں نبی ﷺ کا آگے کی طرف قدم بڑھانا اور پیچھے کو ہٹنا بھی مذکور ہے، اور اس کا سبب بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

(لَقَدْ رَأَيْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُهُ حَتّٰى لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ أُرِيْدُ أَنْ آخُذَ قِطْفاً مِّنَ الْجَنَّةِ حِيْنَ رَأَيْتُمُوْنِيْ جَعَلْتُ أَتَقَدَّمُ.)(۱۱۶)

''میں نے اِس مقام پر کھڑے کھڑے وہ سب کچھ دیکھا ہے جس کے ملنے کا میں وعدہ کیا گیا ہوں، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ میں نے جنت کی نعمتوں سے کچھ انگور کے خوشے لینے کا ارادہ کرلیا ہے۔ اور یہ تب ہوا جب تم نے مجھے دیکھا کہ میں آگے کو بڑھ رہا تھا''

پھر پیچھے کو ہٹنے کا ذکر اور اس کا سبب بھی مذکور ہے، امام صاحب نے یہ حدیث بخاری شریف کے دو مقامات پر ذکر کی ہے۔ اور'' **کتاب العمل فی الصلوٰۃ**'' کے گیارہویں باب میں لاکر یہ استدلال کیا ہے کہ تھوڑا سا آگے یا پیچھے کی طرف چل لینے سے اور عملِ یسیر سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ (۱۱۷)

یہ تو نفلی نمازوں میں کچھ چل لینے کے جواز اور نماز کے فاسد نہ ہونے کی دلیلیں ہیں۔ جبکہ فرض نمازوں میں بوقتِ ضرورت ایسا کرلینے کا جواز بھی ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف، مسند احمد اور سنن بیہقی میں ازرق بن قیس رحمہٗ اللہ بیان کرتے کہ ہم ایران کے ایک شہر اہواز میں حروریہ یعنی خارجیوں سے برسرِ پیکار تھے۔ ق

---

(۱۱۶) بخاری ۳/۸۱۔ (۱۱۷) فتح الباری ۳/۸۳۔

ق ((فتح الباری اور الفتح الربانی و فقہ السنہ عربی و اردو وغیرہ میں اہواز کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ عراق کا ایک شہر ہے۔ اور لگتا ہے کہ بعد کے اہل علم نے فتح الباری سے نقل کیا ہے اور تحقیق نہیں کی کہ واقعی آج بھی اہواز عراق میں ہے یا نہیں؟ حافظ ابن حجر رحمہٗ اللہ کے زمانے تک تو یقیناً عراق میں ہوگا مگر بعد میں یہ شہر ایران میں چلا گیا اور آج بھی ایران میں ہی ہے۔ نقشہ جات ملاحظہ فرمائیں))۔

میں ایک نہر کے کنارے کھڑا تھا کہ ایک شخص نماز پڑھنے لگا۔ اس نے اپنے گھوڑے کی لگام اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی اسی اثناء میں گھوڑے نے منازعت شروع کردی (یعنی پیچھے کو ہٹنے لگا) اور وہ نمازی بھی اُسکے ساتھ پیچھے کو ہٹتا جاتا، حضرت شعبہ فرماتے ہیں کہ وہ نماز پڑھنے والے بزرگ (صحابیٔ رسول) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) ایک خارجی یہ کہنے پر اتر آیا کہ اے اللہ اِس بُڈھے کے ساتھ ایسا سلوک کر (یعنی اسے ذلیل کر کہ کیسے نماز پڑھ رہا ہے) جب وہ بزرگ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں نے تمہاری بات سن لی تھی۔ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ چھ سات یا آٹھ غزوات میں شرکت کی ہے۔ اس لیئے میں نے دین کے معاملے میں آپ ﷺ نے جو آسانی فرمائی ہے اُسے اچھی طرح دیکھا ہے۔ میرا اپنے گھوڑے کے ساتھ پیچھے کو ہٹنا میرے لئے اس چیز کی نسبت زیادہ آسان تھا کہ میں اُسے چھوڑ دیتا اور وہ بھاگ کر اپنے مانوس مقام پر چلا جاتا اور میرے لئے مشکل بن جاتی۔ (۱۱۸)

مسند احمد و فتح الباری میں مہدی بن میمون کی روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ وہ نمازِ عصر تھی۔ اسماعیلی کے یہاں عَمرو بن مرزوق کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ گھوڑا قبلہ کی جانب گیا تو وہ اُسے وہاں سے پکڑ کر الٹے پاؤں اپنے مقامِ نماز پر آ گئے۔ (۱۱۹)

اِن سب روایات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے نہ گھوڑے کو چھوڑا نہ نماز ہی توڑی بلکہ اُسی حالت میں مکمل کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرضی نماز میں بھی بوقتِ ضرورت چند قدم چلنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ معمولی مقدار میں چل لینے کے جائز ہونے کی دلیل ہے جو بخاری شریف میں مذکور ہے البتہ بہت زیادہ چلنے سے

(۱۱۸) بخاری ۳/۸۱، الفتح الربانی ۴/۱۱۴۔ (۱۱۹) فتح الباری ۳/۸۲۔

نماز باطل ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر نے بخاری شریف کی شرح میں اس پر تمام فقہاء کا اجماع ذکر کیا ہے (۸۳/۳)۔

الغرض جو لوگ دورانِ نماز تھوڑا سا سرک کر خلاء کو پر کرنا تو کجا، اپنے پاؤں کا انگوٹھا تک ہلانے کو بھی روا نہیں سمجھتے، وہ سراسر تشدّد سے کام لیتے ہیں، جو کہ ان احادیثِ نبویہ کے خلاف ہے۔

(۳) سانپ بچھو اور بھِڑ وغیرہ کو مارنا

اگر دورانِ نماز سانپ یا بچھو نظر آ جائے تو اُس وقت کیا کیا جائے؟ کیا اُسے چھوڑ دیا جائے گا یا مار دینا چاہیئے۔ اور اگر مار دیا جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا بحال رہے گی؟

ان استفسارات کے جوابات کتبِ حدیث وفقہ میں موجود ہیں۔ اور آج الحمد للہ مساجد پختہ اور صاف ستھری ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایسے زہریلے کیڑوں کا وجود بہت کم پایا جاتا ہے، مگر پھر بھی ان کے وجود کو ناممکن تو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہٰذا اگر کبھی کسی مقام پر کوئی نمازی ایسی صورتِ حال سے دوچار ہو جائے تو اس کے لئے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی مشعلِ راہ ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد و ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان (وصحہ)، مسند احمد اور مستدرک حاکم (وصحہ ووافقہ الذہبی) میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(اُقْتُلُوا الْأَسْوَدَیْنِ فِي الصَّلوٰةِ الْحَیَّةَ وَالْعَقْرَبَ.)(۱۲۰)

''نماز کے دوران ہی سانپ اور بچھو کو مار ڈالو''

امام بغویؒ نے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ سانپ اور بچھو کی طرح ہی بھِڑوں اور دیگر زہریلے کیڑوں کا حکم بھی ہے۔ اور سانپ و بچھو کو دورانِ نماز مار ڈالنے کی رخصت صحابہ و تابعین اور بعد کے اہلِ علم میں سے تمام علماء نے دی ہے، سوائے

---

(۱۲۰) مشکوٰۃ ۱/ ۳۱۷ وصحہ، شرح السنہ ۳/ ۲۶۷، الفتح الربانی ۴/ ۱۱۳۔

امام ابراہیم نخعی کے۔اور آخر میں لکھتے ہیں کہ سنتِ رسول ﷺ، اتباع کیلئے (امام نخعیؒ وغیرہ کے اقوال سے) اولیٰ ہے۔اور آگے صحابہ کرام میں سے حضرت معاذ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کے آثار بھی نقل کئے ہیں۔ (۱۲۱)

صحابہ وتابعین اور عام اہل علم کی طرف سے رخصت اور امام نخعی کا قول ابوداؤد کی شرح معالم السنن میں امام خطابی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۱۲۲)

مسند ابی یعلی وطبرانی اوسط میں ہے کہ حضرت علی رضي اللہ عنہ نبی ﷺ کے گھر آئے تو آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ بھی آپ ﷺ کی ایک جانب کھڑے ہوکر نماز میں شامل ہوگئے۔ اِسی اثناء میں ایک بچھو آیا اور نبی ﷺ کے قریب پہنچ گیا، پھر وہاں سے پلٹا، اور حضرت علی رضي اللہ عنہ کی طرف جا نکلا۔

(فَضَرَبَهَا بِنَعْلِهٖ حَتّٰی قَتَلَهَا فَلَمْ يَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِهَا بَأْساً.)(۱۲۳)

''انہوں نے جوتے کے ساتھ اُس بچھو کو مارا، یہاں تک کہ جان سے مار ڈالا۔ نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کے بچھو کو دورانِ نماز ہی مار ڈالنے میں کوئی مضائقہ محسوس نہ کیا''

مغنی ابن قدامہ میں سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نماز کے دوران جوں رینگتی دیکھتے تو اُسے مارڈالتے تھے۔ (۱۲۴)

حضرت انس حضرت حسن اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی کھٹمل اور جوں وغیرہ کو ماردیا کرتے تھے۔ (۱۲۵)

مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے

---

(۱۲۱) دیکھیئے شرح السنہ ۳/ ۲۶۸۔
(۱۲۲) المرعاۃ ۳/ ۳۰۔
(۱۲۳) بحوالہ المرعاۃ ۳/ ۱۹، مجمع الزوائد ۲/ ۸۴۔
(۱۲۴) المغنی ۱/ ۶۶۷ بحوالہ المرعاۃ ۳/ ۳۰۔
(۱۲۵) شرح السنہ ۳/ ۲۶۸، المرعاۃ ۳/ ۲۰۔

مروی ہے کہ انہوں نے نماز کے دوران کسی چیز کا پَر دیکھا تو اُس پر جوتا دے مارا اور فرمایا:

(حَسِبْتُ أَنَّهَا عَقْرَبٌ.)(١٢٦)

''میں نے سمجھا تھا کہ شاید یہ بچھو ہے''

سانپ اور بچھو کو دورانِ نماز مار دینے والی حدیث کے تحت امام شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث نماز کے دوران سانپ اور بچھو کو مار دینے کے بلا کراہت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ اور جمہور علماء کا یہی قول ہے جیسا کہ علامہ عراقی نے کہا ہے۔[۱۲۷]

ان احادیث و آثار سے پتہ چلتا ہے کہ اس طرح نماز بھی فاسد نہیں ہوتی۔ اور مار دینے کا حکم مطلق ہے۔ ایک یا دو چوٹوں کی کوئی قید بھی نہیں۔ اور بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ اگر اُنہیں مارنے کیلئے اتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑے جو عمل کثیر کے ضمن میں آجاتی ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی ورنہ نہیں۔ اور کبار علماء احناف میں سے علامہ سرخسیؒ نے المبسوط میں لکھا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ بھی اُس طرح کی رخصت ہے جس طرح کہ دورانِ نماز اگر کسی کا وضوء ٹوٹ جائے تو وہ چل کر جائے کنویں سے پانی نکالے اور وضوء کر کے آئے تو جہاں سے اس نے نماز چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرنے کی اسے اجازت ہوتی ہے۔(۱۲۸)

علامہ سرخسی حنفیؒ کے اسی قول ہی کی تائید احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے۔[۱۲۹]

دورانِ نماز نگاہیں کہاں؟

دورانِ نماز نمازی کو اپنی نظریں مقامِ سجدہ پر مرکوز رکھنی چاہئیں، بلا وجہ اپنے سامنے یا دائیں بائیں نہیں جھانکنا چاہیئے۔ البتہ اگر کبھی کسی ایسی اشد ضرورت کے وقت بامرِ مجبوری مقامِ سجدہ سے نگاہوں کو ہٹانا اور دائیں بائیں التفات کرنا

(۱۲۶) بحوالہ المرعاۃ ایضاً ص ۲۰ و نیل الاوطار ۱/۲/۳۴۲۔ (۱۲۷) نیل الاوطار ۱/۲/۳۴۲۔
(۱۲۸) المرعاۃ ۳/۳۰۔ (۱۲۹) للتفصیل نیل الاوطار ۱/۲/۳۴۲۔۳۴۳، الفتح الربانی ۴/۱۱۵۔۱۱۶، المرعاۃ ۳/۱۹۔۲۰۔

پڑ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ بلا ضرورت ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ اس موضوع کی کافی تفصیلات ہم ,,دورانِ نماز نظریں کہاں رکھنی چاہئیں،، کے ضمن میں ذکر کر چکے ہیں لہٰذا انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ (۱۳۰)

(۴) رونا، آہیں بھرنا اور ہچکیاں لینا وغیرہ

عبادت میں خشوع وخضوع کے اعتبار سے عبادت گزار مختلف درجات پر فائز ہوتے ہیں۔ بعض لوگ تو مطلقاً فرائض کی ادائیگی ہی کر پاتے ہیں، جبکہ عابد و زاہد حضرات راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے حضور قیام کرتے اور اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔ اپنی خطاؤں پر ندامت، خشیتِ الٰہی اور خوفِ خدا کی وجہ سے اُن پر رقّت طاری ہو جاتی ہے۔ کبھی وہ آنسو بہاتے ہیں۔ اپنے گناہوں پر شرمندگی کے اظہار میں آہیں بھرتے اور گریہ وزاری کرتے ہیں۔ اور کبھی زیادہ ہی خشیتِ الٰہی اور رقّتِ قلبی طاری ہو جائے تو زار و قطار رونے بھی لگتے ہیں۔ اور طولِ قیام کے دوران چشمِ گریاں اور قلبِ لرزاں و ترساں کے مسلسل عمل سے ایک گھگی سی بندھ جاتی ہے۔ یہ مرتبہ ہر عبادت گزار کو نصیب نہیں بلکہ عام لوگ تو یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ شاید اِس طرح نماز ہی باطل و فاسد ہو گئی۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن کریم میں ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ سورۂ ہود آیت: ۷۵ میں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ.﴾

''بیشک ابراہیمؑ بڑے حلیم الطبع، رقیق القلب اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے''

یہ بڑی واضح بات ہے کہ خشیت الٰہی میں آہ و بکاء، رقّتِ قلبی و نرم دلی کی وجہ

(۱۳۰) تفصیل کے لئے ہماری کتاب ,,فقہ الصلاۃ،، جلد سوم میں مذکورہ عنوان دیکھیئے، نیز فقہ السنہ ۱/۲۶۰۔۲۶۱، نیل الاوطار ۱/۲/۱۳۲۔۱۳۴، المرعاۃ ۳/۱۵۔۱۷۔

سے ہی ہو سکتی ہے سنگدلوں کو آہ و بکاء سے کیا نسبت؟

پندرہویں پارے کی سورۂ اسراء یا سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: ۱۰۹ میں خشیت الٰہی سے رونے والوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلأَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا.﴾

''وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور اس (قرآن کو پڑھنے یا سننے) سے ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔''

سورۂ مریم آیت: ۵۸ میں فرمایا ہے:

﴿إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّداً وَبُكِيًّا.﴾

''جب ان کو رحمان کی آیات سنائی جاتیں تو وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے''

قرآن کریم کی اِن آیات کے علاوہ احادیثِ شریفہ سے بھی دورانِ نماز گریہ وزاری اور آہ و بکاء کے جواز کا پتہ چلتا ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ، مسند احمد اور مستدرک حاکم (وصححہ ھو والالبانی) میں صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن شِخّیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا۔ جبکہ آپ ﷺ نماز ادا کر رہے تھے:

(وَلِجَوْفِهِ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ، يَعْنِي يَبْكِي.)(۱۳۱)

''آپ ﷺ کے بطن سے رونے کی ایسی آواز آ رہی تھی جیسے اُبلتی ہنڈیا سے آتی ہے''

دوسری روایت میں ہے:

(وَفِي صَدْرِهِ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الرَّحٰى مِنَ الْبُكَاءِ.)(۱۳۲)

(۱۳۱) شرح السنہ ۳/ ۲۴۵، مشکوٰۃ ۱/ ۳۱۶، الفتح الربانی ۴/ ۱۱۱، نیل الاوطار ۱/ ۲/ ۳۲۴۔

(۱۳۲) ایضاً و ابوداؤد ۱/ ۲۳۸۔

''آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے آپ ﷺ کے رونے کی ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکّی پینے کی آواز ہوتی ہے''

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے آخری مرض کے ایّام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کرانے کا پیغام بھیجنے کے لئے کہا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

(إِنَّ أَبَابَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ.)

''حضرت ابوبکرؓ بڑے نرم دل آدمی ہیں، جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو رونے کو نہیں روک سکتے''

یہ سُن لینے کے باوجود آپ ﷺ نے فرمایا:

(مُرُوْهُ، فَلْيُصَلِّ.)(۱۳۳) ''انہیں میرا حکم پہنچاؤ، کہ وہ نماز پڑھائیں، الخ''

اِسی طرح بخاری شریف میں معلّقاً، اور سنن سعید بن منصور اور بیہقی میں موصولاً، حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن شدّاد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فجر کی نماز پڑھائی اور میں آخری صف میں تھا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے سورۂ یوسف کی تلاوت شروع کی اور جب آیت:۸۶۔

﴿اِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي اِلَى اللّٰهِ.﴾

کی تلاوت کی تو میں نے انہیں ہچکیاں لے لے کر روتے سُنا۔ (۱۳۴)

ابن حبان میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے شہسوار حضرت مقداد بن اسود رضي اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

(وَمَا فِينَا قَائِمٌ إِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ يُصَلِّي وَيَبْكِي حَتَّى الصُّبْحِ.)(۱۳۵)

---

(۱۳۳) شرح السنۃ ۳/۲۴۴، نیل الاوطار ۱/۲/۳۲۵، الفتح الربانی ۴/۱۱۱۔۱۱۲۔

(۱۳۴) شرح السنہ ۳/۲۴۵، نیل الاوطار ۱/۲/۳۲۵، المرعاۃ ۳/۱۸۔ (۱۳۵) النیل والمرعاۃ۔

''ہم میں سے رسول اللہ ﷺ کے سوا طویل قیام کرنے والا کوئی نہ تھا۔ آپ ﷺ درخت کے نیچے رات کو نماز پڑھنے لگے اور روتے جاتے تھے یہاں تک صبح ہوگئی''

ان سب احادیث و آثار سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رونے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ محدّثینِ کرام میں امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، المجد ابن تیمیہ صاحب المنتقیٰ اور ابن حبان نے تبویب میں یہی کہا ہے، امام شوکانی، علاّمہ عبیداللہ رحمانی اور شیخ احمد البنّاء نے بھی اِسی کی پرزور تائید کی ہے۔ ائمہ و فقہاء مذاہبِ اربعہ کے یہاں کچھ تفصیل ہے۔ البتہ یہ قدرِ مشترک سب کے یہاں موجود ہے کہ اگر یہ رونا ذکر و فکرِ آخرت اور خشیت اِلٰہی سے ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۱۳۶)

بعض فقہاء کے یہاں جو تفصیل ہے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر رونے کا سبب خشیتِ الٰہی کے سوا کوئی اور ہو اور اُس رونے سے دو حرف ظاہر ہو رہے ہوں، تو اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے معروف مصری محقّق سید سابق لکھتے ہیں کہ یہ بات غیر مسلّم ہے کہ رونے سے دو حرف ظاہر ہوں تو وہ کلام بن جاتے ہیں جو کہ نماز کو باطل کر دیتے ہیں۔

(فَالْبُكَاءُ شَيْءٌ وَالْكَلَامُ شَيْءٌ آخَرُ.)(۱۳۷)

''رونا ایک چیز اور کلام بالکل ہی دوسری چیز ہے''

(۵) کھنکارنا

دورانِ نماز اگر کبھی نمازی اپنے گلے میں کچھ محسوس کرے اور اُسے دور کرنے کیلئے معمولی کھنکارنے کی ضرورت پیش آجائے تو اِس سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی۔ اِسی طرح کسی دوسری خارجی ضرورت کیلئے بھی ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی

(۱۳۶) للتفصیل النیل والمرعاۃ، الفتح الربانی، شرح السنہ، فقہ السنہ۔
(۱۳۷) فقہ السنہ ۱/۲۶۰۔

جیسا کہ نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے لئے شب و روز میں دو خاص وقت نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے تھے اور میں جب جاتا اور آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تو آپ ﷺ میرے لئے کھنکار دیتے تھے۔ (۱۳۸)

نسائی شریف میں یہ حدیث اسطرح مروی ہے کہ میں ایک خاص گھڑی میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، میں آ کر اجازت طلب کرتا، اگر آپ ﷺ نماز میں ہوتے تو کھنکار دیتے اور میں داخل ہو جاتا اور اگر آپ ﷺ فارغ ہوتے تو اجازت دے دیتے. (۱۳۹)

علامہ ابن قیم رحمہٗ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت امام احمد نے بیان کی ہے اور اس پر عمل بھی کیا۔ وہ نماز میں کھنکار لیتے اور کھنکارنے کو نماز کا باطل کرنے والا نہیں سمجھتے تھے۔ (۱۴۰)

اِسی طرح امام یحییٰ اور امام شافعی رحمہما اللہ اور علماء وفقہاءِ احناف میں سے عباسی سلطنت کے چیف جسٹس اور امام ابو حنیفہ رحمہٗ اللہ کے شاگردِ رشید امام ابو یوسف رحمہٗ اللہ کے نزدیک بھی کھنکارنے سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ صاحبِ نیل الاوطار امام شوکانی، علّامہ ابن قیم اور دورِ حاضر کے معروف محقّق صاحبِ فقہ السنہ سیّد سابق نے بھی اِسی پر صاد کیا ہے۔ (۱۴۱)

(٦) پھونک مارنا

اگر کبھی کسی کچی جگہ پر نماز پڑھنے کا موقع آ جائے تو جائے سجدہ کو پہلے اچھی طرح برابر کر کے جھاڑ پھونک لینا چاہیئے تا کہ دورانِ نماز اسکی ضرورت نہ پڑے۔ صحیح بخاری و مسلم شریف میں کنکریوں کو برابر کرنے والے شخص کے بارے میں

(۱۳۸) نیل الاوطار ۱/۲/۳۲۲۔۳۲۳، فقہ السنہ ۱/۲۶۶۔
(۱۳۹) فقہ السنہ ایضاً۔
(۱۴۰) بحوالہ فقہ السنہ ایضاً۔
(۱۴۱) النیل وفقہ السنہ۔

اِرشادِ نبوی ہے:

(إِنْ كُنْتَ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً.)(۱۴۲)

''اگر (جائے سجدہ کی کنکریوں کو) ضرور برابر کرنا ہی ہو تو صرف ایک ہی مرتبہ کرلو''

یہ حدیث دورانِ نماز ایک مرتبہ ایسا کرلینے کے جواز کی دلیل ہے۔

اگر کسی وجہ سے ایک آدھ مرتبہ پھونک مارنے کی ضرورت پیش آجائے تو اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی، کیونکہ یہ عمل خود نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں موصولاً اور بخاری شریف میں تعلیقاً مروی ہے:

(أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَفَخَ فِي صَلوٰةِ الْكُسُوفِ.)(۱۴۳)

''کہ نبی ﷺ نے نمازِ کسوف کے دوران پھونک ماری''

ابوداؤد کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ سجود کے آخر میں پھونک ماری جس سے (دومرتبہ) اف اف کی آواز بھی آئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھونک سے نماز فاسد نہیں ہوتی، چاہے اس کی آواز بھی ظاہر ہو جائے۔ اور سنن سعید بن منصور کے جو یہ الفاظ ہیں:

(النَّفْخُ فِي الصَّلوٰةِ كَلَامٌ.)

''نماز کے دوران پھونک مارنے کا حکم بات کرنے کا ہے''

ان الفاظ کے بارے میں تقریباً تمام مذاہب کے ماہرینِ علمِ حدیث کا اتفاق ہے کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔(۱۴۴)

لیکن بہتر یہی ہے کہ سجدہ جاتے وقت زمین پر پھونک نہ ماری جائے۔ کیونکہ صحیح ابن حبان کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے تَــرِّبْ وَجْهَکَ فرما کر

---

(۱۴۲) بخاری ۳/۷۹، متفق علیہ مشکاۃ ۱/۳۱۱۔ (۱۴۳) النیل ۱/۲/۳۲۳، المرعاۃ ۳/۱۹۔

(۱۴۴) تفصیلات شروحِ حدیث خصوصاً نیل الاوطار ۱/۲/۳۲۳۔۳۲۴ اور المرعاۃ ۳/۱۸۔۱۹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

افلح نامی ایک غلام کو سجدہ میں پیشانی کو خاک آلود کرنے کی ترغیب دلائی۔ طبرانی کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو اپنے بندے کا سجدے کی حالت میں اپنی جبینِ نیاز کو خاک آلود کرنا بہت محبوب ہے۔ (۱۴۵)

یہ پہلی حدیث ترمذی شریف کے حوالہ سے مشکوٰۃ میں ہے۔ اور خود امام ترمذی نے اس کے راوی میمون بن حمزہ کو بعض اہل علم کے ضعیف کہنے کی وجہ سے اس کی سند کے بارے میں (لَیْسَ بِذَاكَ) فرما کر ضعف کی طرف اشارہ کیا۔ اور شیخ البانی نے قَدْ تُوْبِعَ کہہ کر اس کے ضعف کو خفیف ظاہر کر کے سند کی اصل علت ان کے شیخ ابوصالح مولیٰ طلحہ کو قرار دیا ہے۔ جو امام ذہبی کے بقول غیر معروف ہے۔ (۱۴۶)

البتہ ہم نے المرعاۃ سے جو روایت نقل کی ہے وہ ضعف کی ان علتوں سے خالی ہے کیونکہ اس کی سند میں میمون بن حمزہ سرے سے موجود نہیں ہے۔ (۱۴۷)

(۷) بوقتِ ضرورت کپڑے یا پگڑی پر سجدہ کرنا

ناز و نعمت میں پرورش پانے والے بعض لوگ جب نماز پڑھنے لگتے ہیں تو اپنی چادر یا بڑا رومال اپنے سامنے اس طرح ڈال لیتے ہیں کہ سجدہ کرتے وقت پیشانی اُسی پر آئے۔ اس فعل سے نماز باطل و فاسد تو نہیں ہوتی، البتہ یہ مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔ ہاں اگر سخت گرمی یا سردی کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ جائز ہے۔ اور خود نبی اکرم ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند ابی یعلیٰ اور معجم طبرانی کبیر و اوسط کی ایک صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

(أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، يَتَّقِي بِفُضُوْلِهٖ حَرَّ

---

(۱۴۵) کما ھما فی المرعاۃ ۳/۱۹۔ (۱۴۶) انظر المشکوٰۃ و تحقیقہ ۱/۳۱۶۔
(۱۴۷) للتفصیل المرعاۃ ۳/۱۹۔

الأَرْضِ وَبَرْدِهَا.)(۱۴۸)

''نبی ﷺ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس کے فالتو حصوں کے ذریعے سردی اور گرمی سے اپنا بچاؤ کر رہے تھے''

اِسی حدیث کی بناء پر اپنے کسی کپڑے یا پگڑی کے بَلوں پر سجدہ کرنے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ سخت سردی یا گرمی کا معقول عذر ہو، ورنہ نہیں۔ جیسا کہ کتاب ,, فقہ الصلوٰۃ،، جلد سوم کے باب ,,احکامِ سجدہ،، میں ہم نے تفصیلات ذکر کر دی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کیلئے بوقتِ ضرورت صرف ایک ہی ایسے بڑے کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے جو ساتر ہو۔ (۱۴۹)

صحیح بخاری شریف میں بھی دورانِ نماز گرمی کے عذر کی بناء پر کپڑا ڈال کر اس پر سجدہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ، فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الأَرْضِ، بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ.)(۱۵۰)

''ہم سخت گرمی میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اور جب ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ سکتا تو وہ اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرتا''

اس حدیث میں عذر کی بناء پر کپڑے پر سجدہ کرنے اور عملِ یسیر سے نماز میں کوئی فرق نہ آنے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ ابوداؤد و نسائی میں (واللفظ لابی داؤد) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی میں کنکریوں کو مٹھی میں بھر لیتا تا کہ ٹھنڈی ہو جائیں، پھر اپنی جائے سجدہ پر رکھتا اور ان

(۱۴۸) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۰۱، فقہ السنہ ۱/ ۲۶۵، المنتقی والنیل ۲/ ۳/ ۱۰۶ مجمع الزوائد ۲/ ۵۱۔

(۱۴۹) ایک کپڑے میں نماز کی تفصیل کیلئے مسلم مع النووی ۲/ ۴/ ۲۳۰۔۲۳۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۵۰) بخاری مع الفتح ۳/ ۸۰۔

پر سجدہ کرتا۔ یہ شدید گرمی کی وجہ سے تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی بناء پر ایسا کر لینا بھی جائز ہے۔ (۱۵۱)

(۸) خیالات وافعالِ قلبیہ

نمازی کو ہر ممکن کوشش یہ کرنا چاہیئے کہ دورانِ نماز اِدھر اُدھر کے خیالات اور وساوس اُس کے دل ودماغ سے نہ کھیلیں۔ مگر یہ بات بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ شیطانِ لعین بھی اپنی کارستانیوں میں مشغول رہتا ہے۔ وہ ہر نمازی کو اُس کے طبعی رجحان کے مطابق آر پار کے خیالات میں مبتلا کر کے سر توڑ کوشش کرتا ہے کہ اُسے یہ بھی بھلا دے کہ وہ کون سی رکعت پڑھ رہا ہے۔ یہ نہ صرف ہر نمازی کے اپنے تجربہ ومشاہدہ سے ثابت شدہ حقیقت ہے، بلکہ یہ امر واقع تو خود نبی اکرم ﷺ کی زبانِ صدق ترجمان سے بھی ثابت ہے۔ ان خیالات کے ہجوم میں اگر یہ بھی بھول جائے کہ کونسی رکعت پڑھ رہا ہے تو یقینی عدد پر بنیاد رکھ کر نماز مکمل کرے اور پھر دو سجدۂ سہو ادا کرے نماز ہوگئی۔ اور اگر خیالات میں اس قدر بھی مشغول نہ ہو کہ بھولنے کی نوبت آئے تو اُن سے نماز باطل وفاسد نہیں ہوتی بلکہ صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَهُ الشَّيْطَانُ فَيُلَبِّسُ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى؟)

”تم میں سے جب کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اسکے پاس شیطان آجاتا ہے اور اسے خیالات میں اس حد تک مبتلاء کر دیتا ہے کہ اُسے اتنا بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں“

آگے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس صورتِ حال سے دوچار پائے تو اُسے چاہیئے کہ بیٹھے بیٹھے سہو کے دو سجدے کر لے۔ (۱۵۲)

(۱۵۱) المشکوٰۃ ۱/۳۱۹۔ (۱۵۲) الفتح الربانی ۴/ ۱۲۹۔۱۳۰، مشکوٰۃ ۱/۳۲۰۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی ایک اور متفق علیہ حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ جب نماز کیلئے آذان ہوتی ہے تو شیطان (بدحواسی میں) پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کی ہوا نکلنے کی آواز ہوتی ہے (اور وہ اس لیے بھاگتا ہے) تاکہ وہ آذان نہ سن سکے۔ جب آذان ہو چکے تو وہ لوٹ آتا ہے۔ جب اقامت ہوتی ہے تو وہ پھر بھاگ جاتا ہے اور اقامت ہو چکنے کے بعد دوبارہ آجاتا ہے۔ اور انسان کے دل میں طرح طرح کے خیالات لاتا ہے۔ اُس سے کہتا ہے فلاں چیز یاد کر، فلاں بات یاد کر، جو پہلے اس کے ذہن میں نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اُس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔ اگر تم میں سے کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ اُس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اُسے چاہیئے کہ بیٹھ کر (سہو کے) دو سجدے کر لے۔ (۱۵۳)

حافظ ابن حجر بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ خیالات کا آنا ایسا امر ہے کہ اس سے دورانِ نماز اور خارج از نماز بچنا ناممکن ہے۔۔۔۔ اور اس سے صحتِ نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بشرطیکہ اس سے کوئی رکن ترک نہ ہو جائے۔ (۱۵۴)

امام شوکانی لکھتے ہیں کہ وسوسے کی وجہ سے نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ ہی دیگر قلبی اعمال سے، کیونکہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (۱۵۵)

بخاری شریف کے ایک ترجمۃ الباب میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

(إِنِّيْ لَأُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَ أَنَا فِي الصَّلٰوةِ.) (۱۵۶)

''میں (بعض دفعہ) دورانِ نماز اپنے لشکر کو روانہ کرنے کیلئے تیار کرتا ہوں''

یعنی بعض اوقات نماز کے دوران ہی میرا خیال لشکر کی تیاری کی طرف پلٹ جاتا ہے۔

یہ خیالات خشوع کے منافی ہیں۔ لہٰذا انہیں دل سے دور کرنے کی کوشش کرنی

---

(۱۵۳) بخاری ۳/۸۹، النیل ۱/۲/۳۴۳۔ (۱۵۴) فتح الباری ۳/۹۰۔ (۱۵۵) النیل ۱/۲/۳۴۴۔
(۱۵۶) بخاری ۳/۸۹ فتح الباری میں ہے کہ یہ حدیث صحیح سند سے موصولاً ابن ابی شیبہ میں ہے۔

چاہیئے کیونکہ نماز میں خیالات کے بکثرت آنے سے جتنی کمی خشوع میں آئے گی اُسی حساب سے ثواب میں بھی کمی کا واقع ہو جانا بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، مسند احمد اور بیہقی میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ انسان نماز سے فارغ ہو کر پلٹتا ہے اور اس کی نماز کے ثواب کا اُسے صرف دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا تیسرا یا آدھا حصہ ملتا ہے۔ (۱۵۷)

یعنی جتنا خشوع زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ اور جتنے خیالات زیادہ اتنا ثواب کم۔ صحیح مسلم شریف و مسند احمد میں نمازی کے دل میں وساوس وخیالات لانے والے شیطان کا نام ولقب اور اُس سے جان چھڑانے کا علاج بھی مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے اور میری نماز وتلاوت کے مابین شیطان حائل ہو جاتا ہے۔ اور مجھے خیالات میں مبتلا کر دیتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(ذَاکَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَبٌ فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَنْ يَسَارِکَ ثَلَاثًا.)

''وہ شیطان ہے جسے '' خنزب '' کہا جاتا ہے، جب تمہیں وہ محسوس ہو تو اُس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو (أَعُوْذُ بِاللّٰهِ...... پڑھو) اور اپنے بائیں کندھے کی طرف (معمولی سے مائل ہو کر) تین مرتبہ تھوکو''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(فَفَعَلْتُ فَأَذْهَبَ اللّٰهُ عَنِّي.)(۱۵۸)

''میں نے آپ ﷺ کے بتائے پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے مجھ سے دور کر دیا''

---

(۱۵۷) الفتح الربانی ۴/ ۱۳۸۔۱۳۹، بسند جید، فقہ السنہ ۱/ ۲۶۷۔

(۱۵۸) الفتح الربانی ۴/ ۱۳۹، فقہ السنہ ۱/ ۲۶۸۔۲۶۷، الکلم الطیب لابن تیمیہ تحقیق الالبانی ص ۷۸۔

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ اس تین مرتبہ تھوکنے سے مراد ایسا تھوک نہیں جس میں لعاب بھی ہو بلکہ زبان کو دونوں ہونٹوں کے درمیان رکھ کر اس طرح اندر کو جھٹکے سے کھینچ لینا کہ صرف منہ سے ہوا باہر کو نکلے مگر اسکے ساتھ لعاب نہ ہو۔ عربی میں ,,تـفـل،، محض اس علامتی تھوک کو ہی کہا جاتا ہے جبکہ لعابِ دہن تھوکنے کیلئے ''بزاق''اور ''بصاق''وغیرہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے اس عمل کو اپنانے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اِس شیطان سے چھٹکارا پا گئے تھے۔ اور دولتِ یقین سے مالا مال ہر مسلمان آج بھی اس عمل سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

سید سابق نے دوسرا طریقہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ نمازی دل کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ رہے اور قرآنی آیات (اور کلماتِ نماز) کے مفہوم و معنیٰ کو دل میں دہرائے اور اعمال نماز میں سے ہر عمل و رکن کی حکمت میں دھیان رکھے تا کہ بیرونی خیالات سے چھٹکارا ملے۔ (۱۵۹)

لیکن امام شوکانیؒ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دورانِ نماز آیات کے معانی میں تفکّر و تدبّر کا بھی خشوع و اخلاص میں نقص پیدا کرنے والا ہونا بعید نہیں۔ (۱۶۰)

(۹) امام کو لقمہ دینا

کتاب ,,فقہ الصلوٰۃ،، جلد سوم میں نماز کی مسنون کیفیت و ترکیب کے ضمن میں یہ بات تفصیل سے ذکر کی جا چکی ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اگر پیش امام کوئی آیت بھول جائے یا غلط پڑھنے لگے تو مقتدی کیلئے جائز ہے کہ وہ امام کو لقمہ دے۔ اِس سے اُس کی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ ابوداوٗد میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

(۱۵۹) فقہ السنہ ۱/ ۲۶۷۔ (۱۶۰) النیل ۱/۲/ ۳۴۴۔

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلاةً، فَقَرَأَ فِيهَا، فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لِأُبَيٍّ: أَشَهِدْتَ مَعَنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ؟ (۱۶۱)

''نبی ﷺ نے ایک نماز پڑھائی، دورانِ قراءت آپ ﷺ کو کچھ التباس ہوگیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا، ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کس بات نے روکا کہ تم مجھے لقمہ دے کر بتا دیتے؟''

اِسی طرح ابو داؤد ہی میں ایک اور واقعہ میں ہے کہ نبی ﷺ ایک آیت چھوڑ گئے۔ بعد میں ایک شخص نے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا.) (۱۶۲)

''تو تم نے مجھے وہ آیت یاد کیوں نہیں دلا دی؟''

بعض روایات کی بناء پر امام ابو حنیفہ رحمہٗ اللہ نے (ایک قول میں) لقمہ دینے کو مکروہ کہا ہے۔ جبکہ ماہرینِ علمِ حدیث نے ان روایات کو ضعیف و نا قابل حجت قرار دیا ہے۔(۱۶۳)

(۱۰) نمازی کو غلطی پر متنبہ کرنا

اِسی طرح دورانِ نماز اگر نمازی کو کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے، کہ اُسے دوسرے کو ٹوکنا یا متنبہ کرنا مقصود ہو، مثلاً یہ کہ امام پہلی رکعت پڑھ کر ہی غلطی سے التحیات بیٹھنے لگے، یا دو رکعتیں پڑھ کر التحیات کیلئے بیٹھنے کی بجائے تیسری رکعت کیلئے اٹھنے لگے، اور اُسے اس غلطی پر متنبہ کرنا ہو تو مردوں کیلئے سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا

(۱۶۱) ابوداؤد ا/۲۳۹، فقہ السنہ ا/۲۶۵۔
(۱۶۲) نیل الاوطار ا/۲/۳۲۸، ابوداؤد ا/۲۳۹۔
(۱۶۳) للتفصیل النیل ا/۲/۳۲۸-۳۲۹۔

اور عورتوں کیلئے بول کر تو نہیں البتہ ایک ہاتھ کو دوسرے پر مار کر اُس آواز سے متنبہ کرنا جائز ہے اِس سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ بخاری و مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

(مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ، فَإِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ.)(۱۶۴)

''جس کسی کو نماز کے دوران کوئی چیز پیش آجائے تو اُسے چاہیئے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہے۔ اور عورتوں کیلئے صرف ہاتھ پر ہاتھ مار کر (تالی بجا کر) بتانا ہی ہے''

صحیحین وسنن اربعہ سمیت تقریباً سبھی کتبِ حدیث میں یہ ارشادِ نبوی ﷺ بھی ہے:

(التَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ.)(۱۶۵)

''سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا مردوں کیلئے اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر متنبہ کرنا عورتوں کیلئے ہے''

مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں اس حدیث شریف کے آخری الفاظ ,,فِی الصَّلٰوتِ،، بھی ہیں۔ جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ حکم دورانِ نماز کے بارے میں ہی ہے۔ جیسا کہ پہلی بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں بھی ,,فِیْ صَلاَتِہٖ،، کے الفاظ بالکل صریح ہیں۔

اس مسئلہ کے جزءِ اول یعنی مردوں کے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ کر متنبّہ کرنے کے بارے میں تو ائمہ مذاہب کے مابین اتفاق ہے کہ جائز ہے۔ لیکن عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بتانے میں اختلاف کیا گیا ہے، ویسے عورتوں کو اس مسئلہ پر عمل کرنے کی ضرورت بھی شاذ و نادر یا نہ ہونے کے برابر ہی پڑ سکتی ہے۔ لیکن بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ان احادیث کے الفاظ بڑے واضح ہیں۔ یہی وجہ ہے کے المرعاۃ کے مطابق بخاری شریف کی حدیث کے پیشِ نظر جمہور اہلِ علم اور ائمہ میں سے امام

---

(۱۶۴) نیل الاوطار ۱/۲/۳۲۶، مشکوٰۃ ۱/۳۱۳، الفتح الربانی ۴/۱۰۹۔۱۱۰۔

(۱۶۵) بخاری ۳/۷۷ و النیل ۱/۲/۳۲۷ و الفتح الربانی ۴/۱۱۰۔

ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے کہ عورت بھی ہاتھوں کی آواز سے ٹوک سکتی ہے۔ (۱۶۶)

جبکہ بعض دیگر مؤلفین نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اختلاف بھی نقل کیا ہے۔ (۱۶۷)

عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی کئی کیفیّات منقول ہیں۔ایک یہ کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی پشت ماریں، دوسری یہ کہ بائیں ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت ماریں۔اور تیسری یہ کہ بائیں ہتھیلی پر دائیں ہاتھ کی صرف دو انگلیاں ماریں (۱۶۸)

(۱۱) چھینک وغیرہ پر اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہنا

اگر دوران نماز چھینک آجائے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا، جیسا کہ ترمذی ونسائی میں بالصراحت اور بخاری شریف میں بالاشارۃ مذکور ہے (۱۶۹)

البتہ چھینک مارنے والے کا جواب دینا اور یَرْحَمُكَ اللّٰہ کہنا منع ہے، اسی طرح دورانِ نماز حدوثِ نعمت پر ہاتھ اٹھا کر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ سکتا ہے۔جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور امامتِ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور تشریف آوریٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔ (۱۷۰)

(۱۲) دیکھ کر قرآن پڑھنا

قرآن مجید سے دیکھ کر تلاوت کرنا خصوصاً تراویح وغیرہ میں جیسا کہ موطأ امام مالک میں حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت ذکوان رحمہ اللہ

(۱۶۶) المرعاۃ ۳/۱۰۔ (۱۶۷) نیل الاوطار ۱/۲/۳۲۷۔ (۱۶۸) شرح السنہ ۳/۴/۲۷۴، والنیل والفتح الربانی والمرعاۃ۔
(۱۶۹) النیل ۱/۲/۳۲۶، شرح السنہ وتحقیقہ ۳/۴۲/۲۴۰۔۲۴۱، المرعاۃ ۳/۲/۱۳، الفتح الربانی ۴/۲۶/۷۶، ۷۷۔
(۱۷۰) بخاری مع الفتح ۳/۷۵، ۷۶، ۸۷، ۸۸۔ شرح السنہ ۳/۷۵۔۲۷۲۔

رمضان میں مصحف سے دیکھ کر امامت کرایا کرتے تھے۔ (١٧١)

امام ابن حزم اسکے خلاف ہیں۔ (١٧٢)

(١٣) نمازی کو سلام کہنا اور اس کا اشارے سے جواب دینا

نمازی کو سلام کہنا، اس سے بات کرنا اور ہاتھ، انگلی یا سر کو ہلا کر جواب دینا مباح ہے۔ (١٧٣)

(١٤) آیات کا جواب دینا

آیاتِ رحمت پر دعاء مانگنا، آیات عذاب پر پناہ مانگنا اور آیاتِ ذکر پر تسبیح کرنا، خصوصاً نفلی نمازوں میں یہ امور بھی روا ہیں۔ (١٧٤)

(١٥) ننگے سر نماز

ننگے سر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ (١٧٥)

والله الهادی الی سواء السبیل

والسلام علیکم و رحمة الله و برکاته

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

الخبر ٣١٩٥٢

---

(١٧١) فقہ السنہ ١/٢٦٦۔٢٦٧، المجموع للنووی ٣/٣٧٩،٤/٩٥۔

(١٧٢) دیکھئے المحلی ٢/٤/٦٤ بتحقیق احمد شاکر۔ (١٧٣) نیل الاوطار ١/٢/٣٣١۔٣٣٢، فقہ السنہ ١/٢٦٤،
شرح السنہ ٣/٢٣٦۔٢٣٧، الفتح الربانی ٤/١٠٥۔١٠٦۔١٠٧، المرعاۃ ٣/١١۔١٣۔٣٦۔

(١٧٤) نیل الاوطار ١/٢/٣٠ـ٣٢٩۔

(١٧٥) انکی تفصیل ہماری کتاب ,,فقہ الصلوٰۃ،، جلد اول، باب شرائطِ نماز میں ذکر ہو چکی ہے۔ اور اس موضوع کو الگ سے مستقل کتابی شکل میں بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ إن شآء الله

كتابيات

(۱) قرآن کریم

(۲) آداب واحکام مساجد ، محمد منیر قمر، مکتبہ کتاب وسنت . ریحان چیمہ

(۳) إرواء الغلیل ، علامہ البانی ، المکتب الاسلامی، بیروت

(۴) بلوغ الأمانی شرح الفتح الربانی، ترتیب و شرح مسند احمد شیخ احمد عبدالرحمن البّناء ، دار الشهاب ، قاهره مصر .

(۵) الترغیب والترهیب للمنذری ، تحقیق محی الدین ، طبع مصر .

(۶) التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی للعظیم آبادی دار المحاسن، قاهره.

(۷) جامع الأصول فی احادیث الرسولؐ، ابن الأثیر طبع القاهره.

(۸) ریاض الصالحین ، امام نووی تحقیق الارناؤوط دار الکتب العلمیه. بیروت

(۹) سبل السلام شرح بلوغ المرام ،علاّمہ صنعانی طبع جدید مصر وطبع بیروت

(۱۰) سلسلة الاحادیث الصحیحه ، علاّمہ البانی المکتب الإسلامی. بیروت

(۱۱) سنن ابن ماجہ امام ابن ماجہ طبع بیروت

(۱۲) سنن ابو داؤد امام ابو داؤد طبع الریاض

(۱۳) سنن دارقطني مع التعلیق المغنی امام دارقطني طبع مدنی

(۱۴) سنن دارمی امام دارمی دار القلم. بیروت

(۱۵) سنن کبریٰ بیهقی امام بیهقی طبع بیروت

(۱۶) سنن نسائی امام نسائی طبع بیروت ولاهور

(۱۷) شرح السنه امام بغوی المکتب الإسلامی . بیروت

(۱۸) صحیح بخاری امام بخاری طبع بیروت.

(۱۹) صحیح مسلم مع النووی امام مسلم طبع بیروت.

(۲۰) صحیح بخاری مع الفتح امام بخاری دار الإفتاء. الریاض

(۲۱) صحیح ابن حبان امام ابن حبان الریاض

(۲۲) صحیح الجامع الصغیر علاّمہ البانی المکتب الإسلامی. بیروت.

(۲۳) عمدہ القاری شرح صحیح بخاری علاّمہ عینی دار الفکر . بیروت.

(۲۴) فتح الباری شرح صحیح بخاری ابن حجر عسقلانی دار الإفتاء الریاض

(۲۵) الفتح الربانی علاّمہ البنّاء طبع مصر

(۲۶) فقہ السنہ سید سابق طبع بیروت

(۲۷) فقہ الصلوٰۃ محمد منیر قمر مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ

(۲۸) الکلم الطیب امام ابن تیمیہ بتحقیق الالبانی المکتب الاسلامی، بیروت

(۲۹) کنزل العمال شیخ علی متقی ہندی طبع بیروت.

(۳۰) مجمع الزوائد علاّمہ ہیثمی طبع بیروت.

(۳۱) المجموع شرح المہذّب امام نووی طبع مصر.

(۳۲) المحلّی علاّمہ ابن حزم تحقیق احمد شاکر طبع بیروت.

(۳۳) المرعاۃ شرح مشکوٰۃ علاّمہ عبیداللہ مبارکپوری رحمانی سانگلہ ہل.

(۳۴) مسند احمد امام احمد بن حنبل المکتب الاسلامی. بیروت

(۳۵) مسند الطیالسی. منحۃ المعبود ترتیب تحقیق علاّمہ البنّاء قاہرہ. مصر

(۳۶) مشکوٰۃ علامہ خطیب .تحقیق الالبانی المکتب الاسلامی. بیروت

(۳۷) مصنف ابن ابی شیبہ امام ابن ابی شیبہ الدار السلفیہ. بمبیٔ

(۳۸) منتقی الأخبار مع نیل الأوطار المجد ابن تیمیہ طبع بیروت.

(۳۹) نصب الرایہ علاّمہ زیلعی المجلس العلمی. انڈیا

(۴۰) نیل الأوطار امام شوکانی طبع بیروت ومصر.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ سپاس و تشکر

اس کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلہ میں ہمارے ساتھ

جماعة مسجد الامام أبو حنيفهؒ

[قاعدة الملک عبد العزيز الجوية] الظهـــران

(ظہران ایئر بیس، سعودی عرب)

نے تعاون کیا ہے

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَة

لہٰذا ہم اسے تجارتی وکاروباری نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ محض دعوتی وتبلیغی انداز سے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ابوعدنان محمد منیر قمر

حضرت مولانا ابو عدنان محمد منیر قمر صاحب حفظہ اللہ

کی چند علمی و تحقیقی تالیفات و تراجم

- فقہ الصلوٰۃ (جلد اوّل)
- طریق الامان عن عمل الشیطان (لواطت و اغلام بازی کی مذمت)
- امر بالمعروف ونھی عن المنکر اور ضرورتِ جہاد
- مسائل قربانی و عیدین
- نماز و روزہ کی نیّت
- فقہ الصلوٰۃ (جلد دوم)
- مذمتِ فحاشی و زناکاری
- اسیرانِ جہاد اور مسئلہ غلامی
- نمازِ پنجگانہ کی رکعتیں مع نماز وتر تہجد
- رکوع سے سجدے میں جانے کی کیفیت
- سوئے حرم
- انسدادِ زناکاری کیلئے اسلام کی حفاظتی تدابیر
- رمضان المبارک روحانی تربیّت کا مہینہ
- ننگے سر نماز
- طہارت و نماز
- ذکرِ الٰہی
- آئینۂ نبوت
- دخولِ جنت کے تیس اسباب
- حجِ مسنون
- رمضان و روزہ اور زکوٰۃ
- قبولیّتِ عمل کی شرائط
- سود و رشوت
- گلدستۂ نصیحت سے پچاس پھول
- زیارتِ مدینہ منورہ (آداب و احکام)
- سیرۃ امام الانبیاء
- ظہورِ امام مہدی
- جہادِ اسلامی (فضائل و مسائل)
- خنزیر کی چربی پر مشتمل اشیائے استعمال (اردو۔ انگلش)
- جشنِ میلادِ مصطفےٰ ﷺ یومِ وفات پر؟
- شراب اور دیگر منشیات
- آمین معنی و مفہوم احکام و مسائل
- انسانی جان کی قدر و قیمت اور فلسفۂ جہاد
- درود شریف (فضائل و مسائل)
- رکوع میں ملنے والے کی رکعت
- انسانی تاریخ کی خفیہ ترین تحریک

نشر و توزیع : مکتبہ کتاب و سنّت ریحان چیمہ تحصیل ڈسکہ (سیالکوٹ)